اسلام اور عیسائیت

سبھی مورخوں کا اتفاق ہے کہ "عہد جدید[1] کا سب سے قدیم نسخہ ۳۰۰ء کے قریب لکھا گیا تھا اور عہد قدیم کا سب سے پرانا نسخہ ۹۰۰ء کے قریب کا" تھا۔ وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ "تجربے کی روشنی میں انجیلوں کے بیان کی تاریخی صحت صاف کھل جاتی ہے گو یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ انجیلیں ضرور متی اور مرقس اور لوقا اور یوحنا کی لکھی ہوئی ہیں اور یہ ثابت ہوا ہے کہ ہر طرح مسیحی کلیسیا کی پہلی پشت میں لکھی گئی تھیں"۔ لیکن اس دعوے کے ثبوت میں مسیحیوں نے جس عجیب و غریب قیاس سے کام لیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ "وہ اسکی (مسیح کی) اسپرٹ میں اور اس کے اُن رشتوں میں جو وہ خدا اور انسان سے رکھتا ہے کچھ ایسی تازہ اور سچی بات پائی جاتی ہے کہ اگر پہلے مسیحی اوس کا تحریری بیان اپنے پیچھے نہ بھی چھوڑتے تو بھی وہ مدت تک روایت کے وسیلے سے زندہ رہتی اور اسمیں کسی طرح کا رد و بدل نہ ہوتا جو کچھ اس نے سکھایا اور جس طریقے سے سکھایا وہ دونوں باتیں بے مثال تھیں لہذا اسکی تعلیم کی روایتوں میں جلد جلد غلطیوں کو ملجانے کی گنجائش نہ تھی"۔ ہمارے مسیحی دوستوں کو قرآن کی نظم و ترتیب پر اعتراض ہے لیکن انکو چند لمحے کیلئے غور کرنا چاہئے کہ قرآن جسکی روایت تاریخی حیثیت سے بھی قطعی متواتر اور مشہور رہی ہے اس پر فقط اس لئے انہیں یقین نہیں آتا کہ شارع علیہ السلام کے بعد خلیفہ ثالث کے عہد میں اس کی جمع و ترتیب کی نوبت آئی۔ مگر انجیل کا سب سے قدیم نسخہ جو حضرت مسیح علیہ السلام کے ساڑھے تین سو برس بعد لکھا گیا تھا اور جسکی صحت کی بابت خود مسیحیوں کو بھی قیاس مع الفارق کے سوا کوئی ثبوت نہیں ملتا، اس کے صحیح تسلیم کرنے میں ان بزرگوں کو اسقدر بھی تامل نہیں جسقدر کسی تاریخی روایت کی جانچ میں ایک یورپی فیلسوف کو تامل ہوتا ہے۔

توراۃ اور عہد قدیم کی دوسری مقدس کتابوں کی بابت مسیحیوں کا بیان ہے کہ "یہودی اپنے مذہب کی پاک کتابوں کی اسقدر تعظیم و تکریم کرتے تھے کہ اگر کسی نسخہ میں داغ یا دھبا آ جاتا یا استعمال سے خراب ہو جاتا تو اسے بڑی تعظیم و ادب کے ساتھ ایک مقبرے میں جسے جنیزہ یا جنازہ کہتے تھے دفن کر دیتے تھے"۔ "اسی رسم میں بھی ایک سبب تھا جس سے اصل عبرانی نسخے تلف ہو گئے"۔ ہم کو اس مقام پر اصل سبب کی تنقیح کرنا منظور نہیں ہے ہم صرف یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ انجیل کی طرح توراۃ کے اصل نسخے بھی دنیا سے بالکل ناپید ہو گئے۔ اور "اس لئے جب ہم دسویں صدی میں جو عبرانی زبان کے نسخوں کے مفسروں کا عہد ہے اسپر پہنچتے ہیں تو ہمیں اسکے متعلق حیرت نہیں ہوتی کہ کسی نسخہ کو اس زمانے سے پہلے کا قرار نہیں دینا چاہئے"۔

وہ خوبصورت مذہب جسکو فقط اپنے برباد شدہ حسن و جمال پر ناز ہو جسکی آسمانی کتابیں ضائع ہو چکی ہوں جسکے مذہبی نسخے (مجموعہ عہد قدیم و جدید) بانی مذہب کے سینکڑوں برس بعد لکھے گئے ہوں اور جسکی صحت کا مدار حسن ظن پر موقوف ہو، وہ اگر علم اور روشنی کی مخالفت کرے اہل علم اور ہنرمندوں کا دشمن ہو تو تعجب ہے؟ وہ مقدس کتابیں کیوں نہ منزل من اللہ سمجھی جاویں جن کو خوش قسمتی سے چند خود ساختہ ترجموں کی بدولت وحی الٰہی ہونیکا رتبہ حاصل ہو، اور وہ پاک مذہب دنیا میں قانون الٰہی کیوں نہ سمجھا جائے جسکی پہلی وعید کا منشا ماں باپ بھائی بہن اور تمام اعزہ و اقارب میں افتراق پیدا کرکے قوم کی مجتمع قوت توڑنا اور دنیا میں امن و امان پھیلانے کے عوض خونریزی اور جنگ و جدال کا سلسلہ قائم کرنا ہو۔

مسلمانوں میں علاء الدولہ سمنانی و مجدد الف ثانی وغیرہ کے پیرووں سے قطع نظر کیجائے تو عموماً اہل تصوف وحدت وجود کے قائل نظر آئیں گے مگر محدثین اور متکلمین کے نزدیک یہ ایک وہم ہی وہم ہے لیکن باہم جاہلانہ مخالفت یا ایک دوسرے کو برا سمجھنا درکنار عام اہل اسلام صوفیوں کے معتقد ہیں یورپ میں اب جاکر اس مسئلہ کی تحقیق ہوئی ہے کہ اس عالم میں بھی بیشمار عالم ہیں گو اسلام نے اس کے تیرہ سو برس قبل ہی تحقیق کر دی تھی کہ الحمد للہ رب العالمین برونو کو اسی وحدت وجود کے قائل ہونے پر عیسائیت نے قانونی مجرم قرار دیکر گرفتار کیا اور صرف اس کہنے پر کہ وہ اس عالم میں جسکا یہ دنیا ایک جز ہے قید سخت کے بعد سنہ ۱۶۰۰ء میں زندہ آگ میں جلا دیا گیا۔

کرویت ارض - زمین کے کروی الشکل ہونیکا انکشاف تیسری صدی ہجری میں ہوا۔ مسلمان اسی وقت میں اس مسئلہ کے قائل ہوئے جب اسلام کا عنفوان شباب تھا، بنی عباس کی خلافت شروع ہوئی تھی اور دینی حیثیت سے ایک بیابان نورد بدوی کو خلیفہ وقت سے ہمسری اور مساوات کا دعوی تھا۔ مسلمانوں کا یہ جدید انکشاف مذہبی سوسائٹیوں میں بھی قبول عام کے ساتھ سنا گیا اور اسلامی دنیا نے ذرہ برابر بھی اسکی مخالفت نہیں کی، لیکن یورپ میں کئی صدیوں کے بعد، اسی مسئلہ کے دریافت ہونے پر عیسائی دنیا میں جو ہولناک زلزلہ آیا ہے، اور مذہبی گروہ کی ناراضی سے جو جو حادثے نازل ہوئے ہیں انکے مجمل تذکرہ کیلئے بھی ایک مفصل کتاب درکار ہے۔

کولمبس - کولمبس نے ۱۴۹۲ء میں نئی دنیا دریافت کی، وہ اس غرض سے جب سامان سفر کرنے لگا تو کلیسیا نے اس کی نہایت سخت مخالفت کی اور سلامنکا کونسل نے صاف حکم سنا دیا کہ عیسائیت کے اصول کی یہ صریح خلاف ورزی ہے معاملہ میں اس عہد مقدس کی دوبارہ نظر ثانی کیگئی جو اس سفر کیلئے اگسٹن، جیروم، گریگوری، بازیل اور امبروز کے اقوال دیکھے گئے۔ عہد عتیق اور عہد جدید کی مقدس کتابیں ایک ایک کرکے چھان ڈالی گئیں۔ لیکن کشور کشائی اور یہ پاک عہد نامے کہ معلومات اولین و آخرین کے جامع ہیں اس معاملہ میں بالکل خاموش ثابت ہوئے چاہئے تھا کہ خاموشی کو نیم رضا سمجھتے، مگر محتاط کلیسیا نے فیصلہ سنا دیا کہ "مذہبی حیثیت سے اس سفر کی اجازت نہیں مل سکتی۔ لہذا اس کا مرتکب ہونا عیسائیت کی بنیاد ڈھا دینا ہے"۔ افسوس ہے کہ شاہی سلطنت نے ایک ذاتی رنجش کی بنا پر کلیسیا کی فرمان برداری نہیں کی، کولمبس کو اجازت ملگئی اور اسطرح امریکہ کا وسیع خطہ عیسائیت کے بالکل خلاف عیسائیوں کے قبضہ میں آگیا۔ کولمبس کا قول ہے "کہ میرے دل میں یہ غیر معمولی ہمت ابن رشد کی کتابوں سے پیدا ہوئی"۔ ایسی حالت میں حق بجانب ہوتا اگر کلیسیا کی طرف سے مخالفت ہی نہیں بلکہ اسکی تکفیر بھی کیجاتی۔

ستاروں کی حرکت - کلیسیا اس رکن پر کسقدر سختی سے کاربند ہے کہ "حکومت پادریوں کا حصہ ہے اور عوام اطاعت کیلئے ہیں"، ایجاد، اختراع و انکشاف کچھ ہی ہو اس مذہبی شکنجہ سے (جس کا پشت و کشادہ آسمان و زمین کو حاوی ہے) جو خارج ہوا اسکی مخالفت بہر صورت واجب ہے، ستاروں کی حرکت کا جو نظام علمائے ہیئات کا آجکل معروف ہے اسکے ابتدائی انکشاف پر گلیلیو صاحب کو سزائے موت کا حکم دیا گیا۔

ٹیکا لگانا - اسلام میں جلد کے اندر مادہ مرض کے احتقان کا طریقہ قسطنطنیہ میں دریافت ہوا تھا سنہ ۱۷۱۲ء میں میری ماٹیگیو نامی ایک معزز لیڈی نے وہاں دیکھکر یورپ میں بھی اس طریقہ کو رواج دینا چاہا تو ایک فتنہ برپا ہو گیا۔ مسیحی پیشواؤں نے بڑے زور و شور سے مخالفت کی حتی کہ شاہ انگلستان سے مدد مانگنے کی ضرورت پڑی چند روزہ سکون کے بعد چیچک کے ٹیکا لگانے کا طریقہ جب دریافت ہوا تو پھر وہی شورش برپا ہوئی۔ کلیسیا کی مخالفانہ کارروائی سے خوف تھا کہ یہ فتنہ عظیم قیامت سے دست و بغل نظر آنے لگا لیکن مسلمانوں کے علمی فیض سے یورپ میں اب وہ جہالت نہیں رہی تھی کہ ذراسی بات پر ملک بھر میں عمل پھیل جاتی۔

تسہیل ولادت - عورتوں کو بچہ جننے کے وقت جو سخت تکلیف ہوتی ہے اسکی تخفیف اور سہولت کا طریقہ یورپ میں جب ایجاد ہوا تو عیسائی دنیا میں ایک قیامت آگئی۔ پادریوں کی شور و شوری نے عدالت میں بھی بے کلی پیدا کر دی۔ کلیسیا کا فرمان جاری ہوا کہ عورتوں کو اس تکلیف سے بچانے کی تدبیر کرنا سفر تکوین اصحاح ثالث آیت ۱۶ کے بالکل خلاف ہے۔ خدا نے عورت سے تو خود کہا ہے کہ "میں تیرے حمل میں زیادہ تکلیف ہوگی تو درد کے ساتھ بچے جنیگی"۔ (توراۃ)

کلیسیا کے مخالفوں پر لعنت - سنہ ۱۸۶۴ء میں پوپ آف روم نے ایک پروانہ جاری کیا جس کا مضمون یہ تھا کہ "وہ جو شخص کسی دنیاوی سلطنت کے آگے کلیسیا کا سر خم کرنا جائز سمجھتا ہو، یا کلیسیا کی رائے کے خلاف کتب مقدسہ کے مطلب بیان کرنے میں کوئی حرج نہ جانتا ہو یا سمجھتا ہو کہ انسان اپنے اعتقادات اور خدا کی عبادت میں آزاد ہے، وہ ملعون ہے"۔ ۱۸۶۹ء میں پوپ صاحب نے ایک اور پروانہ اس مضمون کا جاری کیا تھا کہ "وہ ایمانداروں پر واجب ہے کہ کلیسیا کا رسوخ برقرار رکھنے کیواسطے اپنی جان و مال فدا کریں اور اپنی عقل جدا کرکے اور غور و فکر کو کلیسیا پر سے تصدق کر دیں"۔

جابرانہ سخت گیری اور مجبوری - سنہ ۱۸۷۳ء میں ایک جرمنی کالج کے پروفیسر نے کیتھولک مذہب کے خلاف کوئی رائے ظاہر کی، پوپ صاحب کو یہ بات ناگوار گذری اور خفا ہو کر کلیسیا کے متعلق اسکو جو حقوق حاصل تھے سب سے اسکو محروم کر دیا اور گورنمنٹ سے خواہش کی کہ عہدہ سے برطرف کر دیا جائے، یہ ایک پولیٹیکل عقدہ تھا جسکے حل کیواسطے دربار رومیکان (واٹیکان) اور گورنمنٹ پروشیا کے تعلقات میں گرمی پڑ گئی تھی۔ لیکن پرنس بسمارک نے انیسویں صدی کے تمدن کی عزت رکھلی اور پوپ کی دھمکی کی ذرا بھی پروا نہ کی۔

اکاڈمی اور کتابیں - عیسائیت نے جن بیشمار علمی سوسائٹیوں کی بیخکنی کی ہے میں ان میں سے ایک کا بھی تذکرہ نہیں چاہتا، اور جس کثرت سے اہل علم کی جانیں لی ہیں ان سب کی فہرست بھی نہیں دینا چاہتا۔ میں محض اتنی بات کہنا چاہتا ہوں کہ کلیسیا کی بدولت یورپ میں کسی قسم کا علم اور جوہر ذہن سے خارج میں نظر آتا تھا۔ آئے دن کی ایذاؤں سے علم مفقود ہو گیا اور سفاکی سے تنگ آکے دنیا چلا اٹھی کہ

ے نماند کہ دیگر بہ تیغ ناز کشی
مگر کہ زندہ کنی خلق را و باز کشی

ایک معمولی واقعہ یہ تھا کہ کارڈنل اسیمنیس صاحب نے غرناطہ (گرینیڈا) میں اسی ہزار قلمی کتابیں یک لخت جلا دی تھیں جن میں اکثر ایسی کتابیں تھیں جن کے ترجمہ پر یورپ میں اب تک علم کیمیا کا دار قائم ہے۔

نئی روشنی - افسوس ہے کہ یورپ کی نئی روشنی نے کلیسیا کے نامحدود اختیارات پر لیپ سا پھیر کر نیا انہ تاریکی نکال رکھی ہے ابھی سال بھر سے زیادہ زمانہ نہیں گذرا کہ یورپ کے ایک مشہور فلسفر لوابزی صاحب نے جو پیرس میں ہزار صفحہ کی ضخامت کی ایک کتاب فرانسیسی زبان میں لکھی ہے جس میں اچھی طرح عیسائیت کی قلعی کھولی ہے کلیسیا نے اس کتاب کی اشاعت روکنے کیواسطے حکومت سے کام لینا چاہا مگر کامیابی نہ ہوئی، آخر اپنے ذاتی منصب کی رو سے حکم دیا کہ "عیسائیوں کو اس کتاب کا پڑھنا حرام ہے اور اس کے مصنف پر لعنت حرام ہے"۔ کلیسیا کی مجبوری پر میں اوس سے ہمدردی ظاہر کرنے پر مجبور ہوں۔ مجملاً یہ ہے کہ مصنف پر تکفیر کا کوئی اثر نہیں ہوا اور کتاب کے کئی ایڈیشن اس وقت سے اب تک شائع ہو چکے ہیں۔ کلیسیا کو امید تھی کہ کفر کے الزام سے ضرور وہ دبا دیا جائیگا اور اسی آخری تدبیر میں یقیناً کامیابی ہوگی مگر حیف ہے کہ اس پر بھی اوس کو غلبہ نہ ہوا، اب اسوقت کلیسیا کی ناچاری قابل رحم ہے۔

شعر

منحصر مرنے پہ ہو جسکی امید
ناامیدی اوس کی دیکھا چاہئے

(البیان)

[1] دیکھو "مدارج ترقی" نمبر ۴ جلد ۲ بابت ماہ اپریل

مسیح موعود پبلک کے سامنے

لاہور میں

روزانہ پیسہ اخبار مورخہ ۳۰ اگست میں کسی ہمارے احمدی بھائی نے مندرجہ ذیل مضمون شائع کرایا ہے جسکو ہم پیسہ اخبار سے بعینہ یہاں نقل کرتے ہیں۔

۲۷۔ اگست ۱۹۰۴ء کی دوپہر تک شہر میں ایک اشتہار چسپاں کیا جاتا تھا۔ اور تقسیم ہو رہا تھا کہ ۲۸۔ اگست ۱۹۰۴ء کی صبح کو ۷ بجے داتا گنج بخش صاحب کے مزار کے عقب میں تعمیر ریل ہال میں مرزا صاحب کی ایک تقریر پڑھی جائے گی۔ لاہور کے بازاروں میں اور عوام میں مرزا صاحب کی تقریر کے سننے کے لئے خاص دلچسپی پائی جاتی تھی۔

۱۔ اور امید کیجاتی تھی۔ کہ لاہور کی کثیر التعداد پبلک اس لکچر کے سننے کیلئے موجود ہوگی۔ مگر افسوس ہے کہ بعض نامعلوم وجوہات کی بنا پر یہ لکچر ملتوی ہو گیا۔ اور غالباً یکم ستمبر کو ہوگا۔ اس التوا سے لوگوں کے اضطراب اور شوق میں بظاہر ترقی ہوئی ہے۔

۲۔ ۲۸ اگست ۱۹۰۴ء کی صبح کو ساڑھے چھ بجے کے قریب آخر مرزا صاحب بالاخانہ سے نیچے اوترے۔ عوام میں آپ کے اتنے دنوں تک نیچے نہ اوترنے کے متعلق مختلف خیالات اور افواہیں تھیں۔ اور ہیں۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ مرزا صاحب کی طبیعت ناساز تھی۔ آشوب چشم کی وجہ سے تکلیف تھی اس کے سوا آپ کو وہ لیکچر بھی لکھنا تھا۔ بہرحال آج افاقہ تھا۔ اور کثرت کے ساتھ مریدین جمع تھے۔ جن کو کئی روز سے زیارت نہ ہوئی تھی۔ آپ متواتر درخواستوں اور التجاؤں کے پہنچنے پر طبیعت میں ذرا سا افاقہ اور آرام پاتے ہی نیچے تشریف لائے۔ اوس وقت کا نظارہ قابل دید تھا۔ ارادت مند مریدین تو ایک دوسرے پر گرے ہی پڑتے تھے۔ مگر سچ تو یہ ہے کہ اکثر ہندو اور دوسرے سنجیدہ اور سمجھدار لوگ بھی آگے بڑھے آتے تھے۔ مرزا صاحب مریدین کے حلقہ میں سے میاں سراج الدین عرب کے احاطہ میں تشریف لے گئے۔ جہاں تو لوگوں نے پہلے بیعت کی۔ بیعت کا نظارہ بھی عجیب تھا۔ لوگ اس کثرت سے بیعت کرنے والے تھے کہ ایک حلقہ میں بیٹھ کر اون کی بیعت لینا کوئی آسان امر نہ تھا آخر یہ تجویز ہوئی کہ لمبی لمبی پگڑیاں ڈالدی جائیں اور لوگ اون کو پکڑ لیں۔ اور ان سب کے سرے مرزا صاحب کے ہاتھ میں رہیں۔ اس تجویز پر تین چار پگڑیاں مختلف اطراف میں ڈالدی گئیں جو سب نئے مریدوں نے پکڑ لیں۔ غالباً ناظرین پیسہ اخبار کی دلچسپی کے لئے یہ لکھدینا ضروری ہوگا کہ مرزا صاحب بیعت کے وقت کیا کہتے ہیں۔؟

چنانچہ مندرجہ الفاظ میں بیعت لی۔

اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمداً عبدہ و رسولہ (تین مرتبہ) آج میں احمد کے ہاتھ پر اپنے تمام گناہوں سے جن میں مبتلا تھا۔ توبہ کرتا ہوں۔ اور سچے دل سے اقرار کرتا ہوں کہ میں تمام گناہوں کو جہاں تک میری طاقت اور سمجھ ہے بچتا رہونگا۔ اور دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا۔ استغفر اللہ ربی من کل ذنب و اتوب الیہ (تین مرتبہ) رب انی ظلمت نفسی واعترفت بذنبی فاغفرلی ذنوبی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت۔ اے میرے رب میں نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ میرے گناہ بخش۔ کہ تیرے سوا کوئی بخشنے والا نہیں ہے۔ آمین۔

اس کے بعد عرصہ تک دعا کرتے رہے۔ ازاں بعد آپ نے ایک تقریر کی۔ جو توبہ کی حقیقت۔ سچی تبدیلی کی ضرورت۔ قرآن کریم کی عظمت۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی فضیلت پر مشتمل تھی۔ آخر میں آپ نے دعاوی اور مسیح کی وفات پر بحث کی (اس تقریر کا خلاصہ پرسوں کے اخبار میں دیں گے۔

اس تقریر کے وقت کوئی ڈیڑھ ہزار سے زاید آدمی موجود ہوگا۔ پولیس کا انتظام قابل تعریف تھا۔ آخر مرزا صاحب کے مریدوں اور دوسرے لوگوں نے مصافحہ شروع کیا۔ تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ تک یہ لوگ مصافحہ کرتے رہے۔ بعض لوگ ان ملاقاتیوں سے کسی قدر سختی سے پیش آنے لگے۔ تو مرزا صاحب نے فرمایا دیکھو مجھے خدا تعالیٰ نے ملنے ایسے وقت میں۔ جبکہ کوئی آدمی میرے ساتھ نہ تھا۔ اس زمانہ کی خبر دی تھی۔ کہ کثرت سے تیرے پاس لوگ آئیں گے تو ان سے تنگ مت ہونا۔ اور اون سے بداخلاقی سے مت پیش آنا۔ پس میں اجازت نہیں دیتا۔ کہ ایسا کیا جائے جو آگے آنا چاہتے ہوں آنے دو۔ کسی کو چھڑکو مت۔ اور روکو نہیں۔ یہ معصیت ہوگی۔ پھر آپ مریدوں کے ایک بڑے حلقہ میں تشریف لے گئے۔

۳۔ مرزا صاحب کے مریدین اسوقت لاہور میں پانچ چھ سو کے قریب جمع ہیں۔ اور لاہور کی جماعت احمدیہ ان سب مہمانوں کی مہمانداری کر رہی ہے۔

یہہ اخوت۔ ہمدردی۔ اور جوش ایثار سنجیدہ پبلک کے توجہ کے قابل ہے۔

آخر میں میری پبلک لاہور سے ایک التماس ہے۔ اے اہل لاہور! اسوقت تمہارے شہر میں ایک مشہور امام مدعی مہدویت و مسیحیت آگر اوترا ہے۔ اس کے اس سفر کی غرض بجز تبلیغ اور کیا ہو سکتی ہے۔ لاہور کیا بلحاظ اس امر کے کہ وہ پنجاب کا دار السلطنت ہے۔ کیا بلحاظ اس امر کے کہ علمی مذاق کے لوگ اس میں کالجوں اور یونیورسٹی کی وجہ سے رہتے ہیں۔ مشہور ہے۔ ان تمام باتوں پر نظر کر کے۔ میں آپ کے اخلاقی۔ علمی۔ اور مذہبی مذاق کی بنا پر یہ التماس کرتا ہوں کہ کیا آپ لوگوں میں ایسے متین اور معقول علم دوست مہذب آدمیوں کا گروہ موجود نہیں۔ جو اس جلسہ میں جو مرزا غلام احمد صاحب مدعی مہدویت و مسیحیت کی تقریر پڑھے جانے کے لئے ۳ ستمبر کو ہونے والا ہے۔ اگر فائدہ اٹھا دے۔

(عبد العزیز)

انتہائی دنیا اور وجود قیامت پر عقلی و نقلی دلائل

عدم کے بعد وجود۔ بچپن سے جوانی۔ جوانی سے پیری سیاہ بالوں سے سفیدی۔ صحت سے مرض۔ اور تغیر احوال۔ انسان ضعیف البنیان کو ہمیشہ زبان حال سے باآواز بلند پکار کر کہہ رہے ہیں کہ اس مستعار زندگی کے بعد موت ہے۔ عالم کے موالید ثلاثہ کے جملہ اجناس کا بڑھتے بڑھتے آخر ایک انتہا پر ٹھہر جانا سمجھا رہے ہیں کہ اس دنیا کا خاتمہ ہو کر ضرور قیامت ہوگی۔ وجہ یہہ کہ یہہ عالم انسان کی طرح بڑھتے بڑھتے اپنے کمال کو پہنچکر پورانا اور بوڑھا ہو جاویگا۔ اور بوڑھاپے میں وقفہ ہے اور وقفہ و سکون میں موت ہے پس اس کمال کا انجام قیامت کا ابتدا ہوگا اس عالم کے ہر جزمیں تغیر و زوال نمایاں ہے جو احوال جزپر واقع ہوں وہ کل پر بالضرور واقع ہونگے۔ صنائع و بدائع کا روز افزوں ترقی پذیر ہونا بتلا رہا ہے کہ عالم نہایت جلدی سے اپنے کمال کو چلا آتا ہے اور قیامت بہت نزدیک ہے بموجب شہادت تواریخ صحیحہ و کتب منزلہ من اللہ تعالیٰ و قرائن و آثار الملئہ و اوضاع و اطوار و مذاہب و السنہ بنی آدم غور کیا جاوے تو صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ اس عالم کا ابتدا تھا۔ قرون سالفہ سے لیکر قدم بقدم چلنے سے یہی پتہ ملتا ہے کہ دنیا رو بترقی چلی آتی ہے حتی کہ جو عجائب و صنائع و بدائع اب ظاہر ہو رہے ہیں اون کا پتہ ایام خالیہ میں نہیں ملتا جو آبادی و تعمیر الدنیا و بروز الہی ثبات کہ تا نمونہ شاہدہ میں آتی ہیں وہ پہلے نہ تھے آخر ان ترقیات کا ایک انتہا ضرور ہے پس اس کے بعد قیامت ہے۔ الغرض عالم میں ترقی و نشوونما ہو رہا ہے لہذا اوس کا انتہا ضروری ہے کیونکہ ہر ایک بڑھنے والی چیز آخر ایک انتہا پر ٹھہر جاتی ہے۔ ابتدائے حدوث الدنیا میں جملہ اشیا کی حالت غیر مکمل و پست معلوم ہوتی ہے حتی کہ مذہب شرع کا دورہ بھی حضرت محمد رسول اللہ صلعم خاتم النبیین پر مکمل و منتہی ہو کر ایک ہی کتاب مشروع رہی پس عالم کے بعض اجزا میں وقفہ اور بعض میں رفتار سے یوں تمیاز رہتا ہے کہ عالم کے جس جز میں وقفہ ہو گیا وہ جز کمال کو پہونچ گیا۔ مثلاً مذہب و اعتقاد جو اہل عالم کے لئے اوس کی انتہا تک چاہیئے تھا وہ اپنے کمال کو پہونچ چکا۔ اعتقاد و مذہبی جز کی رو سے عالم اپنے کمال کو جلدی اس لئے پہونچا کہ اس کے قبل از وقت انتہا اشد ضرورت تھی اگر یہہ جز و ناقص رہتا تو عالم بگڑ جاتا چنانچہ صانع عالم یوں فرماتا ہے ولو اتبع الحق اھواءھم لفسدت السموات والارض ومن فیھن۔ چونکہ مذہبی جز و عالم کی تکمیل بموجب اشد ضرورت قبل از وقت انتہائے عالم ہوئی اور ہر کمال میں نقص و زوال کا بھی احتمال ہوتا ہے لہذا مذہبی تکمیل عمارت کو قایم رکھنے کے لئے تا وقتیکہ دیگر اجزائے عالم

مکمل نہ ہولیں ریفارمر مجدد آتے رہیں گے۔ خدا جانے اس عظیم الشان قالب کے کتنے ہی اجزاء باقی ہونگے جنکی تکمیل رو بترقی ہے۔ عالم کے جن اجزا میں رفتار جاری ہے وہ اپنے کمال کو پہونچا چاہتے ہیں پس عالم کے بقیہ اجزا جوں جوں کمال کو پہونچتے جاویں گے قیامت نزدیک آتی جاویگی حتی کہ جب اسکے جملہ اجزا بالاستیعاب مکمل ہو جاوینگی تو یہ قالب توڑا جاویگا۔ یوم نطوی السماء کطی السجل للکتب کما بدانا اول خلق نعیدہ وعداً علینا انا کنا فاعلین۔ (ترجمہ) یعنی خدا وند تعالیٰ نے فرماتا ہے جہان پر ایک ایسا وقت آنے والا ہے کہ ہم آسمان و ما فیہا کو طومار کیطرح لپیٹ لینگے جیسا ہم نے جہان کو پیدا کیا تھا ویسا ہی اسکو عدم کی طرف اولٹا دینگے۔ یہ کام ہم ضرور کرنے والے ہیں۔

(باقی آئندہ)

مورخہ ۳۰ اگست ۱۹۰۴ء

لاہور میں مشافہتہً جو سوال و جواب میاں چٹو مرید چکڑالوی و خلیفہ رجب دین احمدی کی مابین واقع ہوے

سوال از جانب چٹو۔ صاحبزادہ عبد اللطیف کو جب بار بار امیر کابل نے باصرار کہا کہ تم مسیح موعود کی بیعت سے انکار کرو تو اوس نے انکار نہ کیا اور اپنی جان کو تہلکہ میں ڈالکر ہلاک کر دیا۔ یہ بات خلاف قرآن ہے اوس نے غلطی کی اوس کی موت حرام ہے اگر انسان پر اس قسم کا کوئی واقعہ بن جاوے تو اسکو چاہیئے کہ وہ خدا اور رسول کی بھی تکذیب کرے۔ اپنی جان بچائے۔

جواب از جانب خلیفہ رجب دین صاحب۔ امام حسین علیہ السلام پر بھی اسی قسم کا واقعہ بنا تھا کیا وہ غلطی پر تھے کیا اون کی موت کو حرام کہہ سکتے ہو۔ یوسف علیہ السلام پر بھی ایسا ہی واقع بنا تھا یوسف علیہ السلام نے قید خانہ قبول کیا اپنی جان کو خطرہ میں ڈالا سخت سخت مصیبتیں جھیلیں مگر زلیخا کا کہنا نہ مانا کیا وہ غلطی پر تھے۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم غار حرا میں چھپے ملک چھوڑا مگر کفار کی بات نہ مانی کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غلطی کی۔ حضرت ابوبکر صدیق نے محمد الرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنی جان کو خطرہ میں ڈالا کیا وہ غلطی پر تھے۔ عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر لاد گئے مگر منکروں کی بات نہ مانی اور اپنی جان کو خطر میں ڈالا صحابہ کرام اگر کفار کی بات مان لیتے تو وہ ملک سے کیوں نکالے جاتے اور بکریوں کی طرح ذبح کیوں کئے جاتے حضرت عثمان کا واقع دیکھو کیا اون کی موت حرام تھی

جواب از جانب چٹو۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کے واقع کا ذکر قرآن میں نہیں اسلئے وہ قابل اعتماد نہیں

ادیان الامم یعنی مذاہب عالم

(از الہلال) (قاہرہ)

تمہید :- ہم اس عنوان کے نیچے آئیندہ نمبروں میں دنیا کے ہر حصہ و طبقہ کے لوگوں کے اعتقادات و اعمال و رسوم کے احوال بتدریج شائع کرتے رہینگے - امید ہے کہ ہمارے ناظرین دنیا کی اقوام کی اعتقادات و عبادات کے احوال پڑھکر محظوظ ہونگے -

ہم گمان نہیں کرتے کہ دنیا کے کسی حصہ میں کسی طبقہ و مرتبہ کے لوگوں کا کوئی نہ کوئی اعتقاد و مذہب نہ ہو اور عبادات سے بڑھکر اون میں کسی اور چیز کا اہتمام ہو کیونکہ عبادات کا تعلق اون کی ذاتیات سے ہوتا ہے اور عبادت پر ہی اون کی سعادت شقاوت کا مدار ہے -

اس بات میں ہماری غرض دنیا کے ہر قطعہ کے گذشتہ اور موجودہ مہذب اور غیر مہذب لوگوں کے عبادات کا ذکر کرنا ہوگا - لہذا ہم اول اوسٹریلیا و پولنشیا و افریقہ و امریکہ اور ہندکی غیر مہذب اقوام کے اعتقادات کا ذکر کریں گے - پھر مشرقی دنیا چین - جاپان - ہند - فارس وغیرہ کا احوال لکھینگے - بعد ازاں بابل - مصر - اور جاہلیت عرب کے لوگوں کے اعتقادات کا بیان شروع کرینگے پھر قدیمی یورپ یعنی یونان و رومان وغیرہ وغیرہ کے احوال بیان ہونگے - ان میں سے آپ بہت سے ایسے لوگوں کے احوال پڑھینگے جو آفتاب و ماہتاب وغیرہ اجرام سماوی کے پرستار ہیں اور بعض لوگ نباتات اور حیوانات کے عابد ہیں اور بعض اقوام - دریاؤں - نہروں اور پہاڑوں اور سمندروں وغیرہ جمادات کی پوجا کرتے ہیں اور بعض اقوام عوارض طبعیہ یعنی برق و رعد و ہوا اور بارش کی پوجاری ہیں - بعض لوگ نار و نور اور ارواح اور گذشتہ بزرگوں کی پرستش کرنے والے ہیں جنکا سردست بیان کرنا ناممکن ہے انشاء اللہ ہر ایک قوم کے اعتقادات اپنے اپنے موقعہ پر بیان ہوں گے - واضح ہو کہ توحید کے قائل صرف تین فرقے یہود و نصاریٰ اور اہل اسلام ہیں - چونکہ ہمارے ناظرین ان مشہور فرقوں کے اعتقادات سے واقف ہیں لہذا ان کے احوال کی تفصیل کی ضرورت نہیں اس جگہ ہماری غرض صرف بت پرست اقوام یا اون کے قائم مقام لوگوں کے اعتقادات و اعمال کا بیان کرنا ہے -

ہم یقین دلاتے ہیں کہ ہمارے ناظرین انسانی دنیا کے اعتقادات و عبادات و اوضاع و اطوار کے احوال کو پڑھکر گویا گھر بیٹھے بٹھائے ساری امتوں و اقوام کی زیارت کرینگے اور اون سے عبرت پذیر ہونگے - کیونکہ اون کے بیان کے ضمن میں بہت سے عبرت انگیز احوال و نصائح و حکایات بھی درج ہونگی -

امم لا تعبد شیئاً

(اون لوگوں کا ذکر جو کسی چیز کی پرستش نہیں کرتے)

بعض سیاح بیان کرتے ہیں کہ جنگلی اور وحشی اقوام میں بعض ایسے گروہ دیکھے گئے ہیں جو عبادت کے معنی و مطلب تک نہیں جانتے اور نہ اون کی لغت میں کوئی ایسا لفظ ہے - استاذ داروین صاحب مذہب الارتقا نے لکھا ہے کہ جو لوگ کئی سال وحشی اقوام میں رہے ہیں اون کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں بعض گروہ انسانوں کے ایسے موجود ہیں جو اللہ اور معبود کے لفظ و نام سے محض ناآشنا ہیں اور نہ اون کی لغت یعنی زبان میں کوئی ایسا لفظ ملتا ہے جسکے معنی اللہ و معبود کے ہوں - مسٹر لو مسیتر کا بیان ہے کہ برازیل کے بعض باشندے کسی چیز کی پرستش نہیں کرتے جن لوگوں نے ابتدائی دریافت نئی دنیا جنوبی امریکا کو دیکھا ہے اون کا بیان ہے کہ غران شاکو کے رہنے والے نہ تو خدا کی ہستی کا اعتقاد رکھتے ہیں اور نہ کسی بت درخت اور نہ کسی دوسری چیز کے پوجاری ہیں اونہیں نیکی و بدی کی کوئی تمیز نہیں نہ اون کو کسی عذاب کا ڈر ہے اور نہ کسی ثواب کی امید ہے نہ حال میں اور نہ استقبال میں -

مسٹر برنسٹل کہتا ہے کہ جزائر نیو ہولینڈ میں کفار کا ایک قبیلہ رہتا ہے جو کسی چیز کی پرستش کے قائل نہیں اونکا اعتقاد ہے کہ ہر ایک چیز نباتات کی طرح خود بخود پیدا ہوتی اور اوس کا نشو و نما ہوتا ہے - جزائر کارولین و جزائر کوینز لینڈ کے باشندوں کا بھی یہی اعتقاد ہے - بحر الکاہل کے جزایر رادیر میں ایک قوم رہتی ہے جنکو ارافورا کہتے ہیں وہ بقا اور خلود کے معنی سے بالکل ناآشنا ہیں اگر اون کے آگے دائمی زندگی کا ذکر کیا جاوے تو کہتے ہیں - ہم نے کبھی نہیں دیکھا کہ کوئی آدمی مر کر واپس آگیا ہو اون کا یہ اعتقاد ہے کہ جب انسان مر جاتا ہے تو اوس کا خاتمہ ہو جاتا ہے -

مسٹر سیر صموئیل باکر سیاح اور بعض کومورو سرگروہ قوم لاتوکا کے درمیان جو سوال و جواب ہوئے وہ ہم ذیل میں درج کرتے ہیں -

صموئیل باکر نے کہا کیا آپ مرنے کے بعد زندہ ہونے کے قائل نہیں ہیں -

کومورو نے کہا مرنے کے بعد زندہ ہونا کیسا - یہ بات کیسے ممکن ہے کیا مردہ قبر سے نکل آتا ہے

باکر نے کہا کیا آپ انسان کو حیوان کی طرح گمان کرتے ہیں کہ جب وہ مر جاتا ہے تو اوس کی تاریخ ختم ہو جاتی ہے -

کومورو نے کہا ہاں ہاں انسان کا بھی حیوان کی طرح مرتے ہی خاتمہ ہو جاتا ہے شیر قوت و بدن و عمل میں انسان سے سخت ہوتا ہے جب شیر مر جاتا ہے تو اوس کی ہڈیاں انسان کی ہڈیوں کی نسبت بہت دراز مدت تک باقی رہتی ہیں کیونکہ شیر کی ہڈیاں انسان کی ہڈیوں سے بڑی ہوتی ہیں -

باکر نے کہا انسان شیر سے افضل نہیں انسان کو تو عقل ملی ہے انسان اپنے کام کیسی سنجیدگی سے بجالاتا ہے -

کومورو نے کہا بعض انسان شیر سے بھی کم عقل رکھتے ہیں مثلاً انسان اپنا کھانا کھیتی و باڑی و کشت و درو سے حاصل کرتا ہے اور شیر بغیر کھیتی باڑی اور کشت و درو کے اپنا کھانا ملا لیتا ہے -

باکر نے کہا کیا آپ نہیں سمجھتے کہ آپ کے جسم میں ایک روح ہے جو سوتے وقت آپ سے الگ ہوکر جہان کا سیر کرتی ہے اور بیداری کے وقت پھر عود کر آتی ہے -

کومورو کھل کھلا کر ہنس پڑا اور کہنے لگا کیا آپ خواب و خیال پر جاتے ہیں ایسے واقعات تو میں ہر روز دیکھتا ہوں اور کبھی فکر نہیں کیا -

باکر نے کہا کیا آپ یہ اعتقاد نہیں رکھتے آپ اور حیوانوں سے بڑھکر ارواح بھی ہیں کیا آپ کسی غیر مرئی چیز سے نہیں ڈرتے -

کومورو نے کہا میں بھیڑیوں وغیرہ حیوانات درندوں سے ڈرتا ہوں - جبکہ وہ مجھے رات میں اگر دبالیں اور ان کے بغیر کسی چیز سے نہیں ڈرتا - باکر نے کہا کیا آپ نیکی و بدی میں کوئی فرق نہیں معلوم کرتے - کومورو نے کہا ہاں انسان بعض نیک ہوتے ہیں اور حیوان بھی نیک ہوتے ہیں باکر نے کہا کہ جب تم آئیندہ زندگی کا اعتقاد نہیں رکھتے تو پھر نیکی کیوں کرتے ہو کومورو نے کہا کہ اگر قوی و مضبوط انسان شریر ہوتے ہیں اور جو کمزور ہو وہ نیک ہوگا - (باقی آئیندہ)

تعبیر الرؤیا

تاویل الاحادیث کا عظیم الشان علم ہے اس علم کا ماہر خداوند تعالیٰ کے عجوبہ اسرار و عجائبات و الٰہیات پر اطلاع پاکر ایمان باللہ والیوم الآخر کی حلاوت سے حصہ وافر و حصہ متکاثرہ کا بہرہ اندوز ہوتا ہے - یہی وجہ تھی کہ پیغمبر خدا صلعم اس علم کی ترغیب و تحریص کے لئے اپنی رویا سناتے اور صحابہ کی رویا سنا کرتے تھے اور جب رویا کی تعبیر مکروہ نظر آتی اوس میں آپ اور صحابہ بہ راستی کے لئے دعا کرتے اور اونکو استغفار کا حکم فرماتے تھے وہی روش امام اپنے امام مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ السلام میں پاتے ہیں -

رویا تعبیر طلب

ایک شخص کہتا ہے میں نے خواب میں ایک کتا دیکھا ہے جو مجھ پر حملہ کر رہا ہے -

تعبیر - اگر کوئی شخص خواب میں کتا یا بھیڑیا دیکھے تو اوس سے مراد کوئی بدخلق و بے تمیز انسان ہے جسکی اخلاق درندوں کی طرح ہیں - جدائی کو گزند پہونچانا چاہتا ہے - بسا اوقات رائی کو اپنے ہی اخلاق مجسم وحشی ہو کر نظر آتے ہیں - جو بطور تنبیہ اوسکو اخلاق مضرہ سے روکنے و ڈانٹنے کے لئے ہوتے ہیں -

رائی کو لازم ہے کہ استغفار بکثرت پڑھے اور بسم اللہ الذی لا یضر مع اسمہ شیء فی الارض ولا فی السماء وھو السمیع العلیم پڑھکر اپنی جان پر دم کرے اور مندرجہ ذیل دعا کا ورد بھی ساتھ ہی کیا جاوے تو نور علی نور ہے یا حفیظ یا عزیز یا رفیق - رب کل شیء خادمک رب فاحفظنی وانصرنی وارحمنی یہ دعا ساری آفات و بلیات کی سپر ہے - انشاء اللہ خداوند تعالیٰ ورد کرنے والے کو محفوظ و مصئون رکھے گا -

(سوال) الحکم مورخہ ۱۷ و ۲۴ - جولائی ۱۹۰۵ء میں آپ نے لکھا ہے کہ عربی الفاظ کے ابتدائی حروف اپنے معانی مقصودہ پر دال ہوتے ہیں اور اگر کئی الفاظ کے ابتدا میں ایک ہی قسم یا ایک ہی مخارج کے حروف آویں - تو اون کے معانی میں آپس میں اتحاد و اتفاق ہوتا ہے - لاکن ہم دیکھتے ہیں کہ بعض الفاظ میں باوجود اتحاد لفظی اتحاد معنی نہیں مثلاً - لفظ فضہ کا پہلا حرف (ف) ہے جس کی نسبت تم نے لکھا ہے کہ اسکی معنویت فضل و فیض وغیرہ پر دال ہے - الفاظ - فساد - فجور - فسق - فحش وغیرہ کے پہلے بھی (ف) ہے انکو فضل و فیضان سے کوئی نسبت نہیں -

(جواب) واضح ہو کہ انسانی محاورات و لغات کی شانیں انسانی شعبوں و شاخوں کی سی ہیں - جیسا کہ انسانوں کے اندام و اوضاع آپس میں ملتے ہیں ایسا ہی الفاظ کے اشکال و مخارج باہم ملتے ہیں جیسا کہ ابرار انسانوں کو ابرار سے اور اشرار کو اشرار سے اتحاد معنوی ہوتا ہے ایسا ہی الفاظ کے آپس میں تعلقات ہیں دیکھو فساد - فجور - فسق - فحش - فتنہ - فتک - فند - فریہ کے معنوں میں کیسا اتحاد آپس میں پایا جاتا ہے - جو فضل و فیض کے برعکس ہے - پس جو الفاظ اشرار کے لئے بولے جاتے ہیں اون میں سے کوئی لفظ ابرار کے حق میں اگر آ جائے تو اوس سے کوئی خاص معنی مراد ہونگے - یہ بات قابل یاد داشت ہے کہ الفاظ اپنے اپنے اجناس کے شعبوں و شاخوں سے ملکر متحد المعنی ہوتے ہیں -

(اسسٹنٹ ایڈیٹر)

مسئلہ انتظام ڈاکخانجات حیدرآباد دکن

عنوان مندرجہ بالا پر ہمارے واقف کار معاصر زمیندار نے ایک مبسوط لیڈر لکھا ہے جسکو ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔ یہ مضمون ہمارے تمام معاصرین کی توجہ کے قابل ہے کیونکہ ایسے بہت ہی کم اخبار ہونگے جو حیدرآباد میں نہ جاتے ہوں۔ اور اگر پوسٹل یونین نہ ہونے کی وجہ سے جو اخبارات ریاست مذکور میں جاتے ہیں اور جہاں انگریزی ڈاکخانہ نہیں ہے بیرنگ ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ اس قسم کی مشکلات ہمارے خریداروں کو بھی پیش آتے ہیں۔ اور بعض انہیں مشکلات کی وجہ سے قیمت اخبار بھی بروقت ارسال نہ کر سکنے کے باعث معذرت کرتے رہتے اور اس تلاش میں رہتے ہیں کہ حیدرآباد جانے کا اتفاق ہو تو منی آرڈر کر سکیں۔ بہرحال یہ مضمون ایک واقف کار معاصر نے لکھا ہے اور اس قابل ہے کہ ہم سب متفق اللفظ ہو کر اس سوال کو اٹھائیں۔ ایڈیٹر۔

ہندوستان میں لفظ شاہنشاہ جو رشتہ خاندان کا ملقب ہے اس شخص واحد کی نسبت بولا جاتا ہے جو اس وسیع براعظم پر کامل حکومت رکھتا ہے اور جسکی ایسی وسیع سلطنت میں چند دیگر حکمران ایسے ماتحت ہوں ان میں سے کوئی بادشاہ ہو کوئی راجہ اور کوئی مہاراجہ۔ درحقیقت واضع نے اس لفظ کو وضع ہی اس معنی کیلئے کیا تھا اگر کسی شاہنشاہ کے ماتحت شاہ یا بادشاہ نہ ہوں تو اس پر شاہنشاہ شاہ و شاہان کا لفظ صادق نہیں آسکتا۔

تاناشاہ ابو الحسن شاہ گولکنڈہ نے شاہنشاہ عالمگیر کے ایک عتاب آمیز اعتراض کے جواب میں لکھا تھا کہ اگر میں شاہ ہوں تو اس سے آپ کی شاہنشاہی کا ثبوت ملتا ہے۔ گورنمنٹ انگریزی سے پہلے اس ملک میں شاہنشاہ کے ماتحت مسلمان حکمران شاہ یا بادشاہ کہلاتے تھے اور ہندو مہاراجہ یا راجہ۔ شاہ اودھ شاہ گولکنڈہ شاہ بیجاپور وغیرہ وغیرہ ایک شبہ میں ان بادشاہوں کو بادشاہی القاب اور اعزاز ابنائے حال حاصل نہ ہوسکتے تھے ان کے نام کے سکے چلتے تھے۔ اسلامی سلطنتوں میں یا باصطلاح زمانہ حال ریاستوں کی مساجد کے خطبوں میں شاہنشاہ کے نام کے ساتھ ان کا نام بھی شامل ہوتا تھا۔ ڈاک کا انتظام ویسا اعلیٰ اور عمدہ نہ تھا جیسا کہ اب ہے مگر ہر ایک سلطنت یا ریاست میں جیسا کچھ ڈاک کا انتظام تھا وہ بھی ان کا اپنا ہی تھا۔

آنریبل ایسٹ انڈیا کمپنی کے عہد تک بھی بعض والیان ملک کو شاہ کا خطاب حاصل تھا چنانچہ شاہ اودھ ہز میجسٹی کے خطاب سے مخاطب کئے جاتے تھے موجودہ گورنمنٹ نے بھی اس خطاب کو جائز رکھا تھا اور جب ہز میجسٹی واجد علی شاہ معزول شاہ اودھ فوت ہوئے تو باوجود معزولی کے گورنمنٹ گزٹ اور دیگر کاغذات سرکاری میں ان کے نام کے ساتھ ہز میجسٹی کے الفاظ لکھے ہوئے ہم نے بچشم خود دیکھے تھے سکہ کی نسبت یہ کہنا کہ ہر ایک ریاست میں علیحدہ علیحدہ رائج تھا اور رائج ہے تحصیل حاصل ہے ڈاک کے ٹکٹ انگریزی انتظام کی ایجاد ہیں۔ سادہ ہی انتظام کی تقلید میں ریاستوں کو یہ خودمختاری حاصل رہی اور بعض ریاستوں میں یہ اختیار اب بھی حاصل ہے کہ اپنے اپنے ٹکٹ رائج کریں اور ان میں سے بعض تاحال رائج ہیں۔ بڑی بڑی ریاستوں کو جو پہلے سلطنتیں کہلاتی یا کہلانے کے مستحق ہیں جانے دو چھوٹی سی پنجابی ریاست نابہ میں بھی ریاست کا ٹکٹ علیحدہ تھا اور اس ٹکٹ پر مہاراجہ شمشیر پرکاش سنگھ والی کی صورت منقوش تھا جیسے کہ یورپ اور برٹش انڈیا کے ٹکٹوں پر فرمانرواؤں کی تصاویر ہوتی ہیں۔

ریاستوں کے سکے اور ٹکٹ علیحدہ علیحدہ اور علاقہ انگریزی میں غیر مروج ہونے سے البتہ سوداگروں اور تجارت پیشہ لوگوں کو یہ تکلیف تھی اور جہاں سکے اور ٹکٹ علیحدہ علیحدہ ہیں وہاں اب بھی یہ تکلیف ہوتی ہے کہ برٹش انڈیا کی چٹھیات پر ڈبل محصول لگتا اور ادا کرنا پڑتا ہے گو رئیس اور راجے مہاراجے تو اس لئے خوش رہتے ہیں کہ ان کا سکہ اور ٹکٹ جاری رہے جو ان کیلئے اعزازی نشان ہے۔ ان کی رعایا جو درحقیقت ہندوستان کی تمام رعایا کی طرح بادشاہ پرست ہے اس لئے خوش ہے کہ ان کے پیارے اور قابل پرستش والی ریاست کا سکہ انہیں پیارا معلوم ہوتا تھا۔ اس امر کو وہ اپنے ملک اور اپنی ریاست بلکہ خود اپنی ذات خاص کیلئے باعث فخر جانتے ہیں اور اس لئے ایک دو پیسے کے خفیف سے زائد خرچ کو خوشی سے برداشت کرتے ہیں۔

انگریزی سلطنت کیلئے یہ امر عظمت و شوکت، ہیبت اور جبروت کا ثبوت ہے کہ اس کے زیر سایہ اس قدر بڑے بڑے بادشاہ۔ مہاراجے اور راجے موجود ہیں جن کا سکہ اور ٹکٹ علیحدہ علیحدہ جاری ہے۔ جس سے ہمارے پیارے شاہنشاہ معظم کے شاہنشاہ ہونے کی پوری تصدیق ہوتی ہے مغربی نظر سے تو ہم مشرقی لوگ دیکھ ہی نہیں سکتے لیکن ہماری اپنی مشرقی نظر سے ہمیں اور تمام برٹش انڈیا کی رعایا کو یہ فخر حاصل ہے کہ ہمارے شاہنشاہ کے ماتحت اس قدر مختلف مذاہب اس قدر مختلف سلطنتیں اور ریاستیں ہیں اور اس شاہنشاہی میں اسقدر مختلف سکے اور ٹکٹ وغیرہ جاری ہیں۔ جو ہندوستانی انگریزی سلطنت کو اپنی سلطنت سمجھتا ہے اور کوئی وجہ نہیں کہ اب ایسا نہ سمجھا جائے وہ تمام ہندوستان پر ایک خیالی نظر ڈالے گا تو ممکن نہیں کہ اپنے پیارے شاہنشاہ کی عظمت اور جبروت کا جو بفضل خدا آجکل حاصل ہے اور خدا کرے ابد تک رہے آمین اسے فخر نہ ہو۔

اگر اراکین گورنمنٹ چاہتے تو جو تھوڑی بہت اور غیر محسوس تکلیف تاجروں اور سوداگروں کو مختلف سکوں اور مختلف ٹکٹوں سے ہوتی تھی اس کا انتظام عمدہ طور پر بلا دل شکنی والیان ریاست و رعایائے ریاست کر سکتے تھے مثلاً یہ امر بالکل ممکن تھا کہ تمام ہندوستانی ریاستوں کا سکہ وزن میں انگریزی سکے کے برابر کر دیا جاتا مگر ان پر ریاستوں کے اپنے اپنے نام و نشان رہتے اور حکم دیا جاتا کہ تمام ہندوستان میں یہ سکے بطور سکہ گورنمنٹ رائج ہوں انگریزی سکہ ریاستوں میں اور ریاستی سکہ انگریزی علاقہ میں بلا کسی کمی بیشی کے رواج پاتا اسی طرح ڈاک کے ٹکٹوں کا حال ہوتا۔ انگریزی ٹکٹ والی چٹھیات وغیرہ بلا کسی زائد محصول کے ریاستوں میں اور ریاستوں کے ٹکٹ والی چٹھیات انگریزی علاقہ میں بلا وصول محصول زائد تقسیم کیجاتیں جب تمام دنیا میں پوسٹل یونین قائم ہے اور ایک سلطنت کے ٹکٹ دوسری سلطنت میں بلا ادائے محصول زائد قبول کر لیا جاتا ہے۔ تو ہندوستان میں پوسٹل یونین تو اور بھی آسان تھا۔ رعایا کو بھی سہولت ہوتی اور والیان ریاست بھی خوش رہتے مگر افسوس کہ بقول اسکے رموز مملکت خویش خسروان دانند۔

ہندوستان کی مختلف ریاستوں کے سکوں اور ٹکٹوں کو شاہنشاہی سکوں اور ٹکٹوں کا ساری طور پر چلانا تو درکنار ہز اکسلنسی لارڈ کرزن کے عہد یا اس کے قریب قریب زمانہ سے بجائے کسی اصلاح یا ترقی کے اس قدیمی اور عام پسند پالیسی کے خلاف کارروائی شروع ہوئی اور اس بات پر زور دیا جانے لگا کہ تمام انڈیا میں شاہنشاہی سکہ اور شاہنشاہی ٹکٹ رائج ہو اور ڈاک کا انتظام بھی ایک ہی ہاتھ میں ہو سب سے پہلے پنجاب ہی کی تین ریاستوں پٹیالہ نابہ اور جیند میں یہ کارروائی شروع ہوئی اور ابھی ہندوستان کی بعض دوسری ریاستوں مثلاً گوالیار وغیرہ کو بھی اس کارروائی کی تقلید کرنی پڑی۔ جدید انتظام یہ ہوا کہ ریاستیں انگریزی ٹکٹ استعمال کریں۔ ان ٹکٹوں پر ریاست کا نام اور سرکار کا نام چھپا دیا جاوے ٹکٹ ڈپارٹمنٹ کمپنی سے چھپوائے جائیں اور چھپوائی کا خرچ ریاستیں دیں جن چٹھیات پر یہ ٹکٹ لگیں ان پر علاقہ انگریزی میں کوئی زائد محصول نہ لیا جاوے اس کے عوض میں انگریزی علاقہ کی چٹھیات میں بھی انگریزی ٹکٹ لگا ہو وہ ریاستوں میں بلا ادائے محصول زائد تقسیم کی جائیں منی آرڈروں کی نسبت یہ فیصلہ ہوا کہ انگریزی علاقہ کے منی آرڈر ریاست میں اور ریاست کے منی آرڈر انگریزی علاقہ میں بلا زائد کمیشن ادا کئے جائیں اور وصول شدہ کمیشن کا حساب ہر ریاست اور انگریزی ڈاکخانجات کر لیا کریں۔ ریاستی ڈاکخانجات کا انتظام ریاستی اہلکاروں کے متعلق رہے انگریزی محکمہ ڈاک کو اس کے انتظام میں کوئی دخل نہ ہو۔

یہاں تک بھی چنداں جائے شکایت نہ تھی بلکہ ایک طرح سے شاہنشاہ ہند اور والیان ریاست کے باہمی تعلقات کا زیادہ اظہار تھا کہ ٹکٹ تو شاہنشاہی ہے اور ریاست کا بھی نام ہے۔ رعایا اور تاجروں کو بھی سہولت ہو گئی کہ برٹش انڈیا اور ریاست کے درمیان چٹھیات و منی آرڈر وغیرہ کا تبادلہ بغیر کسی زائد محصول اور فیس کے ہونے لگا۔ اہلکاران ریاست کو بھی کوئی شکایت نہ ہوئی کیونکہ محکمہ کا انتظام خود انہیں کے ہاتھوں میں رہا۔ یہ ایک قسم کا پوسٹل یونین تھا جس کا ذکر ہم پہلے کر آئے ہیں جن ریاستوں میں یہ انتظام ہوا ہے ان کی آبادی کے جسکی نسبت ہمیں پورا علم نہیں پہلے ریاستوں کے ٹکٹ موجود نہ تھے محصول نقد دیا جاتا تھا اور آر شاہی حساب تھا۔ بدیں وجہ ان ریاستوں کو اس جدید انتظام کی کوئی شکایت ہی نہ تھی البتہ اگر ان کا ٹکٹ ڈاک پہلے سے رائج ہوتا تو شاید کسی قدر ناگواری محسوس ہوتی۔

چنانچہ یہی تجویز ریاست جموں و کشمیر کو پیش کیگئی مگر اہلکاران ریاست نے اس سے انکار کیا کیونکہ اس ریاست میں مہاراجہ رنبیر سنگھ صاحب کے عہد سے اپنے اپنے ٹکٹ جاری ہوئے تھے جو رفتہ رفتہ اراکین گورنمنٹ کی پالیسی میں تبدیلی کی اور انضمام یا الحاق محکمہ ڈاک کیلئے شد و مد سے کوشش کیجانے لگی۔ میسور کی ڈاک کا انتظام گورنمنٹ نے خود اپنے ہاتھوں میں لیلیا اور اس کے ساتھ صرف یہ رعایت کیگئی کہ ریاست کے خط وکتابت کیلئے کچھ سروس ٹکٹ گورنمنٹ نے اپنی طرف سے مفت دینے منظور کئے اور اہلکاران ریاست کو بھی بحال رکھا لیکن ریاست کشمیر کے معاملہ میں جو اپنے انتظام میں گورنمنٹ کی مداخلت کو برضا و رغبت منظور نہ کرتی تھی زیادہ سختی برتی گئی۔ خاص سرینگر میں جو کشمیر کا دارالریاست ہے۔ انگریزی ڈاکخانہ پہلے ہی سے اس غرض پر کھولا گیا تھا کہ وہاں انگریزوں کی آمدورفت زیادہ ہے اور ان کی ڈاک کیلئے انگریزی ڈاکخانہ ہو جائے۔ گزشتہ ماہ کے قریب اس ریاست میں زائد ڈاکخانجات ایسے مقامات پر کھولے گئے جہاں انگریزوں کا مقام نہ ہوتا تھا جس کا اثر ریاست کے ڈاکخانجات پر بہت بڑا پڑا یعنی لوگ کفایت شعاری کے لحاظ سے ریاست سے باہر کی چٹھیات انہیں انگریزی ڈاکخانوں میں ڈالنے لگے۔ تھوڑے سے دنوں میں ریاستی رعایا نے بھی دیکھا دیکھی انگریزی ٹکٹ استعمال کرنے شروع کر دیئے اور اسطرح سے ریاست کے ڈاکخانجات کے حاصل میں کمی واقعہ ہونے لگی۔

اسی پر اکتفا نہ کی گئی بلکہ انضمام یا الحاق محکمہ ڈاک کشمیر کو عملی صورت میں لانے کیلئے مسٹر شریڈن صاحب سابق پوسٹماسٹر جنرل پنجاب نے ایسی ایسی کارروائیاں کیں جو اخلاقی طور پر کسی طرح جائز نہیں ہو سکتیں۔ اگر کوئی شخص مسٹر شریڈن کی سوانح عمری لکھے تو انکی اس قسم کی کارروائیاں اُس سوانح عمری میں سیاہ حرفوں سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ ایک عرصہ دراز سے ریاست اور گورنمنٹ کے درمیان یہ انتظام تھا کہ برٹش انڈیا سے جو چٹھیات پارسلات منی آرڈر وغیرہ وغیرہ مقامات شہر ریاست کے نام ہوں وہ ڈاکخانہ سیالکوٹ کی معرفت ریاست کے سیل ایجنٹ کو دیجاتی تھیں اور ریاست کا سیل ایجنٹ ڈاکخانجات ریاست کو بھیج دیا کرتا تھا۔ رجسٹری لائحہ قوی کے جاری ہونے اور جموں میں ایک انگریزی ڈاکخانہ کے کھولے جانے پر انگریزی ڈاکخانہ جموں اور ریاستی ایجنٹ متعینہ جموں ریاست کی چٹھیات وغیرہ کا تبادلہ کر لیا کرتے تھے۔ مگر مسٹر شریڈن نے بذریعہ گشتی چٹھی کے حکم دیدیا کہ آئندہ کوئی منی آرڈر یا پارسل یا رجسٹری وغیرہ جو باشندگان ریاست کے نام ہو ریاست کے سیل ایجنٹ کو نہ دیجائے بلکہ اصل مکتوب الیہ خود انگریزی ڈاکخانہ میں حاضر ہو کر وصول کرے اس سے رعایا کو سخت تکلیف ہونے لگی۔ مثلاً ریاست کے کسی باشندہ کے نام لاہور سے منی آرڈر یا رجسٹری شدہ خط یا پارسل آتا جس کا مکتوب الیہ مضافات میں جموں سے سو پچاس میل کے فاصلہ پر ہوتا تو اس غریب شخص کو اس قدر بعد مسافت اور بھاڑی سفر کی تکلیفیں برداشت کرنا یا اسکی وصولی سے محروم رہنا پڑتا۔ یہ کارروائی معاہدہ کے بالکل خلاف تھی اور غالباً اس کارروائی کے لئے گورنمنٹ کی منظوری بھی حاصل نہ کی گئی تھی۔

اس کے علاوہ پوسٹماسٹر کو یہ حکم تھا کہ ریاست کے ڈاکخانجات کے نقص اور غلطیاں چھانٹ چھانٹ کر رپورٹ کیا کرے۔ بسا اوقات یہ غلطیاں پوسٹماسٹر جموں کی خود بنائی ہوئی ہوتی تھیں۔ غرضکہ ایک طرف تو ریاست کے ڈاکخانہ کے محاصلات میں تنزل پیدا کرنے کیلئے کوشش کیجاتی تھی اور ڈاکخانجات ریاست کو خواہ مخواہ بدنام کرنے کیلئے سچے یا جھوٹے الزام دیئے جاتے تھے اور دوسری طرف رعایا کے کیفیت کو خواہ مخواہ کی تکالیف میں ڈالا جاتا تھا۔

ہم کبھی یقین نہیں کر سکتے کہ ایسی ایسی خلاف امانت کارروائیوں کے لئے ہماری شاہنشاہ ملکہ معظمہ مرحوم کیطرف سے اجازت یا ایما بھی ہوا ہو۔ بلکہ ہم پورے وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ حکام محکمہ ڈاک نے صرف اپنا ذاتی رسوخ بڑھانے اور اپنے علاقہ اور اختیارات کو وسعت دینے کی غرض سے یہ تمام کارروائیاں کیں اگر ہز ہائنس یا ہز ہائنس کے وزراء کے کانوں تک یہ خبریں پہنچیں تو وہ اس کارروائی کو ہرگز روا نہ رکھتے۔ محکمہ ڈاک کے افسروں نے ریزیڈنٹ صاحب کشمیر سے بھی خط و کتابت شروع کر دی اور نتیجہ یہ ہوا کہ ریاست کا محکمہ ڈاک معہ تار گورنمنٹ نے لے لیا۔ اور تمام انتظام اپنے ہاتھوں میں کر لیا ریاست کو صرف یہ فائدہ دیا گیا کہ دس ہزار روپیہ سالانہ کی سروس ٹکٹ سرکار ریاست کی سرکاری ڈاک کیلئے مفت دیئے گئے۔ لیکن ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ آیا سرکار انگریزی کی کارروائی سے ہز ہائنس مہاراجہ صاحب بہادر کشمیر کے دل پر کیا اثر ہوا جس وقت انتقال محکمہ ڈاک کا مسئلہ کونسل کشمیر میں پیش ہوا تو قبل ازانکہ اس مسئلہ پر کوئی بحث کی جاتی ہز ہائنس نے کھلے طور پر کہدیا کہ میں گورنمنٹ انگریزی کا جان نثار اور وفادار دوست ہوں اُس کے احکام کی تعمیل اور اسکی خواہشات کی متابعت کو اپنا فخر جانتا ہوں مگر اس امر کو کہ میری ریاست کا محکمہ ڈاک و تار مجھ سے لیکر انگریزی گورنمنٹ اپنے تصرف میں کر لے اپنے لئے اور اپنی ریاست کیلئے باعث خفت و عار جانتا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ اس معاملہ میں فیصلہ کثرت رائے پر ہو گا۔ اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ کثرت رائے غالباً یا کہ انضمام یا الحاق محکمہ ڈاک و تار کی نسبت ہو گی مگر بحیثیت ایک والی ریاست کے میں اس امر کا اظہار فرض سمجھتا ہوں کہ جو ممبر کونسل الحاق محکمہ کی رائے دیگا اسے میں ریاست کا خیر خواہ نہ سمجھوں گا۔

مگر ریاست کا محکمہ ڈاک بدنام ہو چکا ہوا تھا۔ ریزیڈنٹ صاحب کیطرف سے تاکیدی احکام پہونچے ہوئے تھے کونسل کے تین ممبر خود گورنمنٹ انگریزی کے بھیجے ہوئے تھے جن کا گورنمنٹ کی پالیسی پر چلنا فرض تھا۔ ریاست کا پوسٹماسٹر جنرل بھی انگریزی ملازم تھا اور ریاست میں بطور مستعار لیا گیا تھا۔ اب کسکی طاقت تھی کہ ریزیڈنٹ صاحب کی ایسی صریح منشاء کے خلاف رائے دے۔ تاہم کونسل نے یہ رزولیوشن پاس کیا کہ ریاست منظور کرتی ہے کہ بیس سال کیلئے ریاست کا محکمہ ڈاک انگریزی انتظام کے سپرد کرے مگر ریزیڈنٹ صاحب نے اس تجویز پر اظہار ناراضگی کیا اور پھر کیا تھا اب حکام محکمہ ڈاک کو یہ خیال آیا کہ جب جموں و کشمیر جیسی ریاست کا محکمہ ڈاک اس ڈھنگ سے لیا گیا تو پٹیالہ نابہ اور جیند کے محکمہ ڈاک کا انتظام اپنے ہاتھوں میں کیوں نہ لیا جائے چنانچہ ان ریاستوں میں سے بڑی ریاست پٹیالہ تھی اُس کے محکمہ ڈاک کو نالائق ثابت کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا جاتا۔ ایک بار مسٹر شورٹ پوسٹماسٹر لاہور بھی وہاں کی اصلاح کیواسطے بھیجے گئے اور اگرچہ ریاست کے ارکان دولت ٹال رہے بیٹھے ہیں لیکن بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی کسی نہ کسی دن محکمہ ڈاک پٹیالہ انگریزی محکمہ ڈاک کے افسروں کے ہاتھ میں آجائے گا اور اس وقت انہیں آرام آئے گا۔

یہی چال محکمہ ڈاک ریاست حیدرآباد کے ساتھ چلی جا رہی ہے۔ اور باوجودیکہ حیدرآباد کے تمام اخبارات سخت مخالفت کا اظہار کر رہے ہیں اور باوجودیکہ حضور نظام بھی اس معاملہ میں اپنی ناراضگی ظاہر کر چکے ہیں لیکن تاحال اس گفتگو کا سلسلہ ختم ہونے میں نہیں آتا۔

ہم نہیں سمجھ سکتے کہ جب ہمارے ہر دلعزیز شاہنشاہ معظم کا منشاء مبارک یہ ہے کہ تمام روسائے و رعایا کے ساتھ دلجوئی اور دلداری کی جائے اور والیان ریاست کے ملک کو اپنا زور بازو بنایا جاوے اور جب تمام قوم انگریزی کی بھی یہی خواہش ہے کہ ہندوستان اور انگلستان متحد و متفق ہوں اور جب ہماری بھی دلی آرزو ہے کہ دونوں ملکوں میں چولی دامن کا ساتھ ہو کر ہم شاہنشاہ ہند و انگلستان کے زیر سایہ امن اور عافیت سے گذاریں اور اس ترقی کو جو اس حکومت میں ہمارے ملک کو نصیب ہو رہی ہے روز افزوں دیکھیں تو کوئی وجہ نہیں کہ یہ نالائق تحکمی بیفائدہ اور دلخراش پالیسی کو فوراً خیرباد نہ کہا جاوے جس سے نہ رعایا کو چنداں فائدہ ہے اور نہ گورنمنٹ کو۔

محکمہ ڈاک انگریزی کے افسر ریاست حیدرآباد کے ڈاکخانجات کا انتظام اپنے ہاتھ میں لینے سے یہ فائدہ بتلاتے ہیں کہ ٹکٹ ایک ہو جانے سے رعایا اور تاجر دوہرا محصول بھرنے سے بچ جائیں گے لیکن یہ امر تو جیسا کہ ہم زیادہ از ایک بار انہیں کالموں میں عرض کر چکے ہیں اسطرح بھی حاصل ہو سکتا ہے کہ جسطرح جاپان جرمن روم بلجیم ہالنڈ وغیرہ سلطنتوں کے ساتھ ہمارا پوسٹل یونین ہے۔ ہندوستانی ریاستوں کے ساتھ علی العموم اور حیدرآباد و کابل کے ساتھ علی الخصوص پوسٹل یونین کا انتظام کیا جائے اس سے والیان ریاست بھی خوش رہیں گے اور گورنمنٹ کا منشاء رعایا اور تاجروں کی دقتیں رفع کرنے کا حاصل ہو جائے گا۔ ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں کہ ریاست حیدرآباد رقبہ اور محاصل میں بلجیم ہالنڈ اور جاپان سے کم نہیں۔ کیا اس ریاست کو پوسٹل یونین کے فوائد سے اسلئے محروم کیا جاتا ہے کہ ریاست حیدرآباد ہندوستان کی شاہنشاہی کا ایک جزو ضروری ہے اور ہز ہائنس نظام حیدرآباد ہماری گورنمنٹ کے وفادار دوست ہیں حیدرآباد پر کیا منحصر ہے ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ اس قسم کا انتظام کابل اندور گوالیار وغیرہ کے ساتھ بھی ہو اور کسی رئیس کو ایک تھوڑی سی بات کیلئے دل شکستہ ہونے کا موقعہ نہ دیا جائے۔ اور ہم یقین کرتے ہیں کہ جو شخص ہندوستان میں گورنمنٹ انگریزی کے استحکام کا دل سے خواہاں ہوگا ہماری اس رائے کی تائید کرے گا۔ اگر اس قسم کا پوسٹل یونین جو غیر ملکوں کے ساتھ ہے کسی وجہ سے ہندوستان کی ریاستوں میں نامناسب ہو (جس کے ہم اپنی رائے میں کوئی وجہ نہیں پاتے) تو کم از کم وہ انتظام ہی رہے جو فی الحال پٹیالہ نابہ جیند وغیرہ کے ساتھ ہے۔ ریاستوں کو محکمہ ڈاک پر کیا منحصر ہے اگر گورنمنٹ انگریزی ریاستوں کے سکوں کو بھی تمام ہندوستان میں رائج الوقت کرائے تو تمام والیان ریاست بھی خوش ہوں۔ رعایا کو بھی آرام اور سہولت ہو جائے بادشاہ کی شاہنشاہی عظمت بھی نمایاں طور پر معلوم ہو۔ ہم امید کرتے ہیں کہ ہز ایکسلنسی لارڈ کرزن جنکی طبیعت جدت پسند اور اصلاحات کی متلاشی ہے واپسی پر اس مسئلہ پر غور فرما کر ہمیشہ کیلئے ایک اعلیٰ اور عمدہ یادگار اپنے عہد کا قائم کریں گے۔

اطلاع

کارخانہ کی طرف سے مطبوعہ کارڈ بغرض صفائی حساب جاری کئے گئے ہیں۔ اسلئے جن بزرگوں کے نام پہونچیں وہ جلد جواب دیں۔ - منیجر

ضروری اطلاع

خط و کتابت کرنیوالے اصحاب باوجود بار بار فہمائش کرنے کے نمبر چٹ تحریر کرنے میں تساہل کر جاتے ہیں جسمیں تعمیل میں دقت پیش آتی ہے اور جواب نہیں دیا جاتا۔ - منیجر

مرآت العالم

یہ ایک نایاب کتاب علم تاریخ میں ہے جسے آنریبل مہاراجہ سر وکرم سنگھ صاحب بہادر مرحوم والی بکرام پور اودھ نے ہزارہا روپے کے صرف سے تیار کرایا تھا اسمیں ہندوستان کی مفصل تاریخ ابتدائے زمانہ پیدائش سے اورنگ زیب کی سلطنت تک درج ہے اور تمام نبیوں اور ولیوں اور حکیموں کے حالات بھی اسمیں مرقوم ہیں۔ قیمت ۱۲ معہ (محصول ڈاک)۔ وکٹوریہ پیپر آفس سیالکوٹ۔

عام خبر کرو وکرماسٹر نبی بخش احمد جان مالکان کارخانہ گیبرون گوجرانوالہ پنجاب دیسی کپڑے کے نمونے نئے وجدید جنتری معہ فہرست دیگر مفت بلا ٹکٹ نصف کرہ سے لیکر تقسیم کرتے ہیں۔

ایک قریشی نوجوان جسکی عمر پچیس سال کے قریب ہے شادی کرنے کا خواہشمند ہے۔ ایڈیٹر الحکم کی معرفت خط و کتابت ہو۔

مطبع انوار احمدیہ پریس قادیان میں شیخ یعقوب علی تراب احمدی اینڈ سنز مالکان کارخانہ کے اہتمام سے چھپکر شایع ہوا۔

۱۸-اگست ۱۹۰۴ء تک کے تازہ حالات

۱- حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقدمہ حسب معمول ۱۷- اور ۱۸- کو پیش ہوا ۱۷- اگست ۱۹۰۴ء کو مستغیث کرم الدین پر مکرر جرح ہوئی ۱۸- اگست محمد جی اور غلام محمد گواہان استغاثہ کے لئے مقرر ہوئی تھی جو حاضر نہیں ہوئے اسلئے آئندہ پیشی ۵- ستمبر ۱۹۰۴ء مقرر ہوئی ہے-

۲- چونکہ حضرت حجۃ اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ۲۰- اگست ۱۹۰۴ء سے ۵- ستمبر ۱۹۰۴ء تک گونہ فرصت ہوگی اسلئے بندگان عالی مع خدام والا اسی اثناء میں لاہور تشریف لیجائینگے۔ خاکسار ایڈیٹر الحکم بھی سفر لاہور کے کوائف قلمبند کرنے کے لئے انشاء اللہ لاہور جاوے گا- اور اسکی لاہور سے غیر حاضری کے ایام میں امید کیجاتی ہے اسکا نائب کام کرے گا کیونکہ ۲۴- اگست ۱۹۰۴ء کو اسے گورداسپور مقدمہ کی پیروی کے لئے حاضر رہنا ضروری ہے- حالات قیام لاہور عموماً الحکم میں شائع ہونگے - اور اگر بہو جاہوئے تو علیحدہ رسالہ کی صورت میں "مسیح موعود لاہور میں" کے نام سے جلدتر شائع ہونگے اور اخبار میں اجمالی طور پر کوائف دئے جاویں گے-

۳- قیاس کیا جاتا ہے کہ بزرگان ملت حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب حکیم الامتہ اور مولانا مولوی عبدالکریم صاحب سلمہما اللہ تعالےٰ بھی لاہور تشریف لے جاویں-

۴- مدرسہ تعلیم الاسلام ۱۹- اگست سے ایک ماہ کے لئے موسمی تعطیلات کی وجہ سے بند ہو گیا- حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دار الامان سے غیر حاضری قادیان کی موجودہ جماعت محسوس کر رہی ہے-

۵- ۲۰- اگست ۱۹۰۴ء کی صبح کو اعلےٰ حضرت گورداسپور سے روانہ لاہور ہوئے-

(ایڈیٹر)

جلسۃ الوداع کی تقریب پر
حضرت مسیح موعودؑ کی تقریر

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

یہ لوگ انکار اولیاء اللہ کو معمولی بات سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سے کیا بگڑتا ہے؟ مگر حقیقت یہ ہے کہ اولیاء اللہ کا انکار سلب ایمان کا موجب ہوتا ہے۔ جو شخص اس معاملہ میں غور کرے گا اسے اچھی طرح نظر آ جاوے گا بلکہ ایسے طور پر نظر آ جاوے گا جیسے شیشہ میں کوئی شکل دیکھ لیتا ہے۔

یاد رکھنا چاہیے کہ سلب ایمان دو طرح پر ہوتا ہے۔ ایک تو انبیاء علیہم السلام کے انکار سے اس سے تو کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا۔ اور یہ مسلم بات ہے دوسرا اولیاء اللہ اور ماموروں کے انکار سے سلب ایمان ہوتا ہے۔

انبیاء علیہم السلام کے انکار سے سلب ایمان تو بالکل واضح امر ہے اور سب مانتے ہیں لیکن پھر بھی یاد رکھنا چاہیے کہ انبیاء علیہم السلام کے انکار سے سلب ایمان اس لئے ہوتا ہے کہ نبی جتنے ہیں وہ خدا کی طرف سے آتے ہیں اور خدا فرماتا ہے کہ جو کچھ یہ کہتے ہیں یہ میرا قول ہے۔ یہ میرا نبی ہے اس پر ایمان لاؤ۔ یہ میری کتاب ہے اس کو مانو۔ اور میرے احکام پر عمل کرو۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی کتاب پر ایمان نہیں لاتا۔ اور ان وصایا اور حدود پر جو اس میں بیان کئے گئے ہیں عمل نہیں کرتا ہے وہ انکا منکر ہو کر کافر ہو جاتا ہے۔

لیکن وہ صورت جس سے اولیاء اللہ کے انکار سے سلب ایمان ہوتا ہے اور ہے ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

من عادیٰ لی ولیاً فاذنتہ للحرب

یعنی جو شخص میرے ولی کے ساتھ دشمنی کرتا ہے وہ گویا میرے ساتھ جنگ کرنے کو طیار ہوتا ہے یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جب کوئی شخص کسی سے محبت کرتا ہو ایسی محبت جیسے کوئی اپنی اولاد سے کرتا ہے اور ایک اور شخص بار بار اسکے کرید مرجاوے یا اور اسی قسم کی دل آزاری کی باتیں کرے اور اسے تکلیف دے تو وہ شخص اس سے کیونکر خوش ہو سکتا ہے؟ اور وہ باپ جس بچے کیلئے ایسی بددعائیں کرتا ہے یا رنجیدہ کرتا ہے اس کے حق میں کہہ رہا ہے ایسے شخص سے کب محبت کر سکتا ہے؟ اسیطرح پر اولیاء اللہ ہیں اطفال اللہ کا رنگ رکھتے ہیں کیونکہ انہوں نے جسمانی طوق کا چولا اتار دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی آغوش رحمت میں پرورش پاتے ہیں وہ ان کا مشوق و متکفل اور ان کے لئے غیرت رکھنے والا ہوتا ہے۔ جب کوئی شخص (خواہ وہ کیسا ہی نماز روزہ رکھنے والا ہو) انکی مخالفت کرتا ہے اور انکی دکھ دینے پر کمربستہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی غیرت جوش مارتی ہے اور ان مخالفت کرنیوالوں پر اس کا غضب بھڑکتا ہے۔ اسلئے کہ انہوں نے اس کے ایک محبوب کو دکھ دینا چاہا ہے اسوقت پھر نہ وہ نماز کام آتی ہے نہ روزہ کیونکہ نماز اور روزہ کے ذریعہ سے اسی ذات کو خوش کرنا تھا جسکو ایک دوسرے فعل سے ناراض کر لیا ہے پھر وہ رضا کا مقام کیونکر جبتک غضب آگے دور نہ ہو اور وہ نادان ان اسباب غضب سے ناواقف ہوتا ہے بلکہ وہ نماز روزہ پر دے ایک ناز اور گھمنڈ ہوتا ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا غضب دن بدن بڑھتا جاتا ہے اور وہ بجائے اس کے قرب حاصل کرنے کے دن بدن اللہ تعالیٰ سے دور ہٹتا جاتا ہے یہانتک کہ بالکل راندۂ درگاہ ہو جاتا ہے۔ اسیطرح پر وہ شخص جو بالکل تباہ کی حالت میں ہے اور آستانہ الوہیت پر گرا ہوا ہے اور آغوش ربوبیت میں پرورش پا رہا ہے اور خدا تعالیٰ کی رحمت نے اسے ڈھانپ لیا ہے یہانتک کہ اس کا ہاتھ گویا خدا کا ہاتھ کرنا ہوتا ہے اس کا دوست خدا کا دوست اور اس کا دشمن خدا کا دشمن ہو جاتا ہے۔ پس خدا تعالیٰ کا دشمن رہ کر کوئی شخص مومن کامل کیونکر ہو سکتا ہے؟ اسیطرح اس کا ایمان سلب ہو جاتا ہے اور اسے مغضوب علیہم میں سے بنا دیتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے ماموروں اور اولیاء اللہ کی مخالفت اور ان کو ایذا رسانی کبھی اچھا پھل نہیں دے سکتی۔ جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ میں انکو ستاؤں اور دکھ دیکر بھی آرام پا سکتا ہوں وہ سخت غلطی کرتا ہے اور نفس اس کو دھوکہ دے رہا ہے۔

دوسری وجہ سلب ایمان کی یہ ہوتی ہے کہ ولی اللہ خدا کے مقرب ہوتے ہیں کیونکہ ولی کے معنے قریب کے ہیں۔ وہ لوگ گویا اللہ تعالیٰ کو سامنے دیکھتے ہیں اور دوسرے لوگ ایک محجوب کیطرح ہوتے ہیں جن کے سامنے ایک دیوار حائل ہو۔ اب یہ دونوں برابر کیونکر ہو سکتے ہیں کیونکہ ایک تو انہیں سے ایسا ہے کہ جس کے سامنے کوئی پردہ ہی نہیں ہے خدا تعالیٰ نے اسکو آنکھیں دی ہوئی ہیں اور ایک بصیرت انہیں عطا کی ہے اسلئے اس کا ہر قول و فعل علے وجہ البصیرت ہو۔ اعمیٰ کیطرح نہیں جو ٹھوکریں کھاتا پھرے اور کنکر ہی مارتا ہو۔ بلکہ اس کے دل پر تو خدا تعالیٰ کا نزول ہوتا ہے اور قدم قدم پر وہی اس کا رہنما اور متکفل بن جاتا ہے شیطان کی شرارت کی تاریکی اس کے نزدیک نہیں آ سکتی بلکہ وہ ظلمت جل کر بھسم ہو جاتی ہے وہ سب کچھ نظر آتا ہے۔ وہ جو کچھ بیان کرتا ہے وہ حقائق اور معارف ہوتے ہیں۔

وہ جو احادیث کی تاویل کرتا ہے وہ صحیح ہوتی ہے کیونکہ وہ براہ راست نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حکم لیتا ہے۔ اور اسکی اپنی روایت ہوتی ہے اور دوسرے لوگوں کو ۱۳ سو برس کے وسائط سے کہنا پڑتا ہے جو کہیں کہنا پڑتا ہے۔ یہاں دونوں کو باہم کیا نسبت؟ اس کا سلسلہ ذخیرہ پاک معارف اور نور ہوتے ہیں۔

لیکن جو اس کی عداوت کرتا ہے وہ اسکی بصیرت کی تکذیب کرتا ہے۔ اور گویا وہ یہ شہرہ کر لیتا ہے کہ ہر نکتہ معرفت کا انکار کریگا۔ اور اسطرح پر وہ بصیرت کا انکار کرتا رہتا ہے اور اس کی ایمانی عرفانی دیوار کی اینٹیں گرنی شروع ہو جاتی ہیں۔

جب ایک شخص صراط المستقیم بتلا رہا ہے اور معارف اور حقائق کھول کھول کر بیان کر رہا ہے اور دوسرا اسکی تکذیب کرتا ہے۔ اس مقابلہ میں انجام کار نتیجہ کیا ہو گا؟ یہی کہ وہ قرآن شریف کے حقائق کے صد ہا کی تکذیب کر گزریگا۔ اور اسی لئے وہ خدا تعالیٰ کا بھی منکر ہو جاتا ہے اور سلب ایمان کا باعث بنتا ہے۔

غرض اسمیں کوئی شک نہیں ہے کہ اولیاء اللہ کے انکار سے سلب ایمان ہو جاتا ہے۔ اسی واسطے ہمیشہ اولیاء اللہ کے انکار سے بچنا چاہیے یہودیوں پر جو آفت آئی اور وہ مغضوب ہوئے اسکی بڑی بھاری وجہ یہی تھی کہ وہ خدا تعالیٰ کے ماموروں اور مرسلین سے انکار کرتے رہے اور ہمیشہ انکی مخالفت اور ایذا رسانی میں حصہ لیتے رہے اس کا انجام یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا غضب انکی پر نازل ہوا۔

پھر میں اپنے پہلے کلام کی طرف رجوع کر کے کہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتم النبیین ہونے کا یہ بھی ایک پہلو ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے اس امت میں بھی بڑی استعدادیں رکھدی ہیں یہانتک کہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل بھی حدیث میں آیا ہے اگرچہ محدثین کو اسپر جرح ہو۔ مگر ہمارا نور قلب اس حدیث کو صحیح قرار دیتا ہے اور ہم بلا جرح و حجت اسکو تسلیم کرتے ہیں۔ اور بذریعہ کشف بھی کسی نے اس حدیث کا انکار نہیں کیا بلکہ اگر کی ہے تو تصدیق ہی کی ہے۔ اس حدیث کے یہ معنے نہیں کہ میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں جیسے ہیں لیکن علماء کے لفظ سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیے یہ لوگ الفاظ پر اڑے ہوئے ہیں اور ان کے معانی کی تہ تک نہیں پہنچتے یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ قرآن شریف کی تفسیر میں آگے نہیں چلتے۔

عالم ربانی سے یہ مراد نہیں ہوتی کہ وہ صرف ونحو یا منطق میں بے مثل ہو۔ بلکہ عالم ربانی سے مراد وہ شخص ہوتا ہے جو ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے اور اسکی زبان بیہودہ نہ چلے مگر آج یہ زمانہ ایسا آ گیا ہے کہ ہر وہ شخص جو چند کتابیں پڑھ لے اپنے آپ کو علماء اسلام میں ہی اور اس لفظ کو ذات میں داخل کر لیا ہے اسطرح اس لفظ کی بڑی تحقیر ہوئی ہے اور خدا تعالیٰ کے منشاء اور مقصد کے خلاف اس کا مفہوم لیا گیا ہے ورنہ قرآن شریف میں تو علماء کی یہ صفت بیان کی گئی ہے۔ **انما یخشی اللّٰہ من عبادہ العلماء۔** یعنے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے اللہ تعالیٰ کے وہ بندے ہیں جو علماء ہیں۔ اب یہ دیکھنا ضروری ہو گا کہ جن لوگوں میں یہ صفات خوف خشیت اور تقویٰ اللہ کے نہ پائے جاویں وہ ہرگز اس خطاب سے پکارے جانے کے قابل نہیں ہیں۔

اصل میں علماء عالم کی جمع ہے اور علم اس چیز کو کہتے ہیں جو یقینی اور قطعی ہو۔ اور سچا علم قرآن کریم سے ملتا ہے یونانیوں کے فلسفہ سے ملتا ہے۔ نہ حال کے انگلستانی فلسفہ سے بلکہ یہ سچا ایمانی فلسفہ سے حاصل ہوتا ہے۔ اور مومن کا معراج اور کمال یہی ہے کہ وہ علماء کے درجہ پر پہنچے۔ اور وہ حق الیقین کا مقام اسے حاصل ہو جو علم کا انتہائی درجہ ہے۔ لیکن جو لوگ علوم حقہ سے بہرہ ور نہیں ہیں اور معرفت اور بصیرت کی راہیں انپر کھلی ہوئی نہیں ہیں وہ خود عالم کہلائیں۔ مگر علم کی خوبیوں اور صفات سے بالکل بے بہرہ ہیں اور وہ روشنی اور نور جو حقیقی علم سے ملتا ہے ان میں پایا نہیں جاتا۔ بلکہ ایسے لوگ سراسر خسارہ اور نقصان میں ہیں یہ اپنی آخرت دخان اور تاریکی سے بھر لیتے ہیں انہیں کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرماتا ہے۔ **من کان فی ھذہ اعمیٰ فھو فی الاخرۃ اعمیٰ** جو اس دنیا میں اندھا ہوتا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا اٹھایا جاوے گا جسکو یہاں علم و بصیرت اور معرفت نہیں دیگئی اسے وہاں کیا ملیگا اللہ تعالیٰ کو دیکھنے والی آنکھ اسی دنیا سے پیدا ہوتی ہے۔ جو یہاں ایسی آنکھ پیدا نہیں کرتا اسے یہ توقع نہیں رکھنی چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھے گا۔

لیکن جن لوگوں کو سچی معرفت اور بصیرت دیجاتی ہے اور وہ علم جس کا نتیجہ خشیۃ اللہ ہے عطا کیا جاتا ہے وہ وہ ہیں جنکو اس حدیث میں انبیاء بنی اسرائیل سے تشبیہ دیگئی ہے اور یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے سچے علوم کا منبع اور سرچشمہ قرآن شریف اس امت کو دیا ہے جو شخص ان حقائق اور معارف کو پا لیتا ہے جو قرآن شریف میں بیان کیگئی ہیں اور جو حقیقی تقویٰ اور خشیۃ اللہ سے حاصل ہوتے ہیں اسے وہ علم ملتا ہے جو اس کو انبیاء بنی اسرائیل کا مثیل بنا دیتا ہے۔

ہاں یہ بات بالکل سچ ہے کہ ایک شخص کو جو ہتھیار دیا گیا ہے اگر وہ اس سے کام نہ لے تو یہ اس کا اپنا قصور ہے نہ کہ اس ہتھیار کا۔

اسوقت دنیا کی یہی حالت ہو رہی ہے مسلمانوں نے باوجود یکہ قرآن شریف جیسی بے مثل نعمت اس کے پاس تھی جو انکو ہر گمراہی سے نجات بخشتی اور ہر تاریکی سے نکالتی ہے لیکن انہوں نے اسکو چھوڑ دیا اور اسکی پاک تعلیموں کی پرواہ نہیں کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اسلام سے بالکل دور جا پڑے ہیں یہانتک کہ اب اگر حقیقی اسلام ان کے سامنے پیش کیا جاتا ہے تو چونکہ وہ اس سے بکلی بے خبر اور غافل ہیں اس لئے حقیقی مومن کو بھی کافر کہہ دیتے ہیں۔

چند ضروری سوالات

مندرجہ ذیل سوالات اور ان کے حل کو پڑھ کر کون کہہ سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں :-

جناب ایڈیٹر صاحب - السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ۔ گو پہلے آپ سے کسی قسم کا تعارف نہیں - مگر یہ معلوم کرکے کہ دوسرے اخبارات کی طرح آپ کا اخبار متعصب نہیں چند سوالات بھیجنے کی جرات کرتا ہوں ازراہ عنایت اپنے گرامی صحیفہ میں درج فرماکر مشکور فرماویں۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ آپ کے منصف مزاج نامہ نگار اپنی قرآن دانی کا کیا ثبوت دیتے ہیں امید ہے کہ آپ ان سوالات کے اندراج سے دریغ نہ فرمائیں گے -

۱ - جب نصاریٰ بھی مسیح کو زندہ سمجھتے ہیں تو قرآن کریم نے جابجا اون کی کیوں تردید کی ہے اور کیا وجہ ہے کہ شروع ہی میں اون کو ضالین کہا گیا ہے اور نہیں تو اون کے حیات مسیح والے قول سے تو اتفاق کیا ہوتا -

۲ - یہودیوں نے جو مکر حضرت عیسیٰ سے کیا تھا وہ کس نتیجہ پر مبنی تھا -

۳ - جب متوفیک و رافعک الی کے معنی بالجسم اوٹھا لینے کے ہیں تو مطہرک سے کونسی طہارت مراد ہونی چاہئے آیا جسمانی یا روحانی نیز قائلین تقدیم و تاخیر کے نزدیک ابھی یہہ طہارت واقع ہوئی ہے یا نہیں -

۴ - قرآن مجید سے (۶) آیت و بکفرھم و قولھم علی مریم بھتانا عظیما و قولھم انا قتلنا المسیح الخ سے صاف ظاہر ہے کہ یہودیوں کیطرف سے مسیح کی عدم قبولیت اور عیسائیوں پر دو بڑے بھاری اعتراض تھے ایک تو یہہ کہ مسیح کی پیدائش ناجائز ہے - دوسرے وہ یہہ کہتے تھے کہ مسیح جو (باوجود ایسی پیدائش رکھنے کے) اللہ کا رسول کہلاتا تھا اوس کو ہمنے قتل کر ڈالا ہے - قتل کی موت گو ادنیٰ بری موت نہیں مگر جس قتل کی موت یعنی صلیبی موت کے نیچے وہ لایا گیا بیان کرتے تھے - وہ فی الواقع ایک ایسی ہی موت ہے جو رفع الی اللہ یعنی خدا کا مقرب ہونے سے روکتی ہے اب کوئی بتاؤ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خدا سے وحی پاکر یہودیوں اور عیسائیوں کے درمیان کیا فیصلہ کیا کیا یہہ کہ مسیح کو خدا نے جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر اوٹھا لیا ورنہ کہنا پڑے گا کہ ہمارے ہادی کامل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نعوذ باللہ یہودیوں کے اصل اعتراض کو سمجھا ہی نہیں اگر بالجسم اوٹھا لیا تھا تو ستمک والی پیشگوئی جو صرف اسی موقعہ پر پوری ہونی مقدر تھی وہ کہاں پوری ہوئی -

۵ - جب قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں مسیح کے سوا کسی دوسرے کی مصلوب کا ذکر ہی نہیں تو پھر خودی اوسکو تجویز کرنا خدا کے بے عیب کلام کی اصلاح کرنی نہیں تو اور کیا ہے -

۶ - آیت و لو شئنا لرفعناہ سے کونسا رفع مراد ہے کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ بلعم باعور جسد عنصری کے ساتھ آسمان پر اوٹھایا جانا تھا بھلا وہ کون سے باعث تھے جن کے وقوعہ سے رفع مذکور واقع نہ ہو سکا -

۷ - پارہ (۱۸) آیت و آویناھما الی ربوۃ ذات قرار و معین میں کون سے واقعہ مصیبت وغیرہ کا ذکر ہے جس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور اون کی والدہ کو پناہ دیگئی -

راقم مسافر از مقام مونگ

مراسلات

چند ضروری سوالات مطبوعہ صحیفہ محمود ۲۶ جنوری سنہ ۱۹۰۴ کا حل

مولانا و مخدومنا جناب ایڈیٹر صاحب - السلام علیکم و علی من اتبع الہدیٰ - عرصہ ہوا آپ کے اخبار صحیفہ میں چند سوالات بعنوان چند ضروری سوالات شائع ہوئے تھے - چونکہ کاتب سوالات نے اپنے مضمون میں درج فرمایا تھا کہ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ آپ کے نامہ نگار اپنی قرآن دانی کا ثبوت دیتے ہیں اس لئے غالباً کسی صاحب علم سلیم نے اوسپر کچھ تحریر کرنا اور اپنے منہ میاں مٹھو بننا اب تک پسند نہ فرمایا - میں بھی خاموش تھا کہ ہمیدانی و ادعائے قرآن دانی کیسی ہے؟ اب آپکے حکم خاص کی تعمیل کرتا ہوں - واضح ہو کہ اکثر سوالات مستفسرہ کا حل مبنی بر تفسیر و تشریح آیات ذیل ہے -

وقولھم انا قتلنا المسیح عیسی ابن مریم رسول اللہ وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم وان الذین اختلفوا فیہ لفی شک منہ ما لھم بہ من علم الا اتباع الظن وما قتلوہ یقینا بل رفعہ اللہ الیہ (ترجمہ) اور یہود کے اس کہنے پر کہ ہم نے مسیح بن مریم رسول خدا کو مار ڈالا حالانکہ نہ اوسکو (بذریعہ رجم یا خنجر) مارا نہ بذریعہ صلیب مارا بلکہ اون کے روبرو قتل کی سی ایک صورت قایم ہو گئی اور جو لوگ اس امر (قتل مسیح) میں کئی ایک باتیں پیدا کرتے ہیں وہ خود شک میں مبتلا ہیں - اون کے پاس کوئی علم یقینی نہیں ہے محض اٹکل پچو (عنپ) اوڑاتے ہیں اور واقعی امر یہہ ہے کہ اوس عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں نے مار ڈالنے میں کامیابی حاصل نہیں کی بلکہ اوس کو خدا نے اپنی طرف اوٹھا لیا (اسی طرح سے جیسے اور انسان کو اوٹھا لیتا ہے یعنی طبعی موت دیتا ہے - حضرت عیسیٰ نہ تو تلوار یا پتھروں سے مارے گئے نہ اونہوں نے مصلوب ہو کر جان دی بلکہ اپنی موت طبعی سے انتقال فرمایا اور خدا کے پاس چلے گئے خدا کے پاس چلا جانا یا خدا کا اونکو اوٹھا لینا مجازاً و فضیلتاً کہا گیا ہے نہ یہ کہ وہ فی الحقیقۃ آسمان کو ایک بیان میں بیٹھ کر ہنود دیوتاؤں کی طرح پرمیشر کے پاس اوڑ گئے - ہاں یہہ بات صحیح ہے کہ قاتلوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت بذریعہ قتل کا شبہ ہو گیا جس سے انھوں نے بہت سے روایات گڑھ لیں بیشک حضرت عیسیٰ تین گھنٹہ تک صلیب پر باوجود دمِن آویزاں رہے لیکن پھر اوتار لئے گئے اور جب وہ اوتار کر قبر میں بحالت غشی (جو درد و تکلیف شاقہ سے طاری ہوئی تھی) رکھے گئے تو اون کے بعض مخلص مومنین شب کو قبر کے پاس آکر نکال لے گئے اور خفیہ طور سے گھر میں رکھا - چنانچہ بعض حواریوں کو زندہ نظر آئے مگر یہود کی دشمنی اور رومیوں کے خطرے سے علی العموم ظاہر نہ ہو سکے بلکہ دیہات میں اپنے اعزاء و اقارب کے ساتھ پوشیدہ بسر کرنے لگے حتیٰ کہ خدا تعالیٰ نے اون کو وفات دی جیسا کہ دوسری جگہ قرآن شریف میں ہے فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم یعنی حضرت عیسیٰ خدا تعالیٰ سے عرض کریں گے کہ جب تو نے مجھے وفات دی تب تو اون پر نگہبان رہا (مائدہ) خدا تعالیٰ فرماتا ہے اللہ یتوفی الانفس حین موتھا - (زمر) وفات یعنی موت طبعی - پھر خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے قال اللہ یا عیسیٰ انی متوفیک و رافعک الی (آل عمران) یعنی خدا تعالیٰ نے کہا اے عیسیٰ میں تجھے وفات دیکر اپنے پاس اوٹھانے والا ہوں -

اب حضرت عیسیٰ کی صلیب دئے جانے کی وجہ سنئے - یہودیوں نے آپ پر گمراہ کرنے کا الزام لگایا تھا - یہود کی شریعت کے مطابق ایسا شخص سنگسار ہونا چاہئے تھا لیکن یہودیوں نے علاوہ جرم مذہبی اضلال کے آپ پر جرم بغاوت بھی قایم کیا تھا تاکہ حکام وقت اون کی سزا دہی میں بدل متوجہ ہوں اس لئے حسب سزائے رومی جو مصلوب کرنا تھی سزائے شریعت یہود یعنی سنگساری موقوف رہی - حاکم وقت نے بعد تحقیق جرم حضرت عیسیٰ کو بری کرنا چاہا لیکن یہودیوں نے غوغا کیا - تب حاکم نے کہا خیر عیسیٰ مجرم ہی سہی لیکن چونکہ عید فصح کے روز حسب شرع یہود ایک مجرم چھوڑ دیا جانا چاہئے اس لئے عیسیٰ آزاد کئے جائیں - لیکن یہود نے پھر شور مچایا اور کل حاضرین سے کہلوا دیا کہ یسوع باربان آزاد کر دیا جائے - اتفاق سے ایک اور شخص مجرم گردانا گیا تھا اور اوسکا نام بھی یسوع تھا اور لقب باربان - الغرض حضرت عیسیٰ کو صلیب سے باندھا (جو دو لکڑیوں متقاطع الراس سے بنی ہوتی ہے) یہہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ مصلوب کی جان اس طرح سے آناً فاناً نہیں نکل جاتی جس طرح سے پھانسی دئے ہوئے شخص کی کیونکہ جو شخص صلیب پر کھینچا جاتا تھا اوس کے لئے اعلےٰ درجہ کی تکلیف یہہ ہوتی تھی کہ اوس کے ہاتھ اور پیر میں میخیں ٹھوک دیجاتی تھیں وہ شخص زخموں کی تکلیف اور تشنگی و گرسنگی اور تمازت کی شدت سے کئی دن میں تڑپ تڑپ کر مرتا تھا - حضرت عیسیٰ کو صلیب پر بحالت شدت تشنگی سرکا ایک اسفنج کے ذریعہ سے دیا گیا تھا - جس روز حضرت عیسیٰ کو صلیب پر کھینچے کا حکم ہوا تھا وہ یوم عید فصح تھا - یہہ واقعہ دوپہر کے وقت پیش آیا اور اس کے بعد ہی سبت شروع ہونے والا تھا جس میں کہ یہودیوں کو اعلےٰ درجہ کا اہتمام مذہبی مدنظر تھا اوس دن کی حرمت میں ایک یہہ بھی امر شامل تھا کہ مقتول یا مرحوم کی لاش اوسی روز دفن کر دینا چاہئے انہیں وجوہ سے حضرت عیسیٰ بہت جلد صلیب پر سے بظاہر مردہ و بہ باطن زندہ اوتار لئے گئے دفن کرنے والوں نے بھی بڑی عجلت کی - انھوں نے لحد میں حضرت عیسیٰ کو لٹکا کر اوپر سے پتھر کی سل سرکا دی کچھ عورتیں منجملہ مخلصات حضرت عیسیٰ یہہ واقعہ دور سے بچشم خود دیکھ رہی تھیں جب شہر روز نہ یہودیوں کو خیال آیا کہ قبر پر چند محافظ رہنے چاہئیں حالانکہ اس اثنا میں حضرت مسیح مدفون نکال لئے جا چکے تھے اتوار کو صبح کے وقت وہی عورتیں قبر پر آئیں اور پتھر کو ہٹا ہوا پایا - موکلین حکام وقت سے کسی نے کہا کہ تم زندے کو مردوں میں ڈھونڈتے ہو - یہاں بہت سی مختلف روایتیں ہیں - واقعہ صلیب کے بعد تین مرتبہ حواریوں نے حضرت عیسیٰ کو زندہ لیکن مجروح دیکھا - اسی زمانہ میں حضرت عیسیٰ کی موت کے بارہ میں بہت سے شبہات واقع ہو چکے تھے عیسائیوں کو تعجب معلوم ہوتا تھا کہ صلیب پر اتنی جلد مر جانا بالکل خلاف عادت ہے اور اوس کو اونہوں نے خرق عادت سے تعبیر کیا اور پھر زندہ نظر آنے کو دوسرا خرق عادت یقین کر لیا - اودھر یہ امر بھی تعجب تھا -

یہاں ایک معترض یہہ کہہ سکتا ہے کہ یہود نے جو حضرت عیسیٰ کے جانی دشمن تھے کب کوئی دقیقہ اون کے مار ڈالنے میں اوٹھا رکھا ہو گا لیکن معترض صاحب کو ساتھ ہی یہہ بھی غور فرمانا چاہئے کہ یہود کو اوس روز تو بوجہ عید فصح و التفات دست بخت ترددات و مشاغل و عوائق لاحق حال ہوں گے - عید کی مسرت نان فطیر کی تیاری نے کب اون کو اس قابل رکھا ہو گا کہ یہہ ترجیح مشاغل مذہبی باوجود موانع شرعی وہ اہتمام قتل زیر بحث میں حصہ لیں - مذہب عیسائی کے کئی ایک فرقے اس امر کے معتقد تھے کہ حضرت عیسیٰ مقتول نہیں ہوئے بلکہ حضرت عیسیٰ کے بجائے شمعون مصلوب ہوا - بعض کہتے تھے کہ یہودیوں سے حضرت ممدوح مصلوب ہوا - اور یہود کا یہہ ادعا تھا کہ ہم نے یقیناً مصلوب کرکے مار ڈالا - قرآن شریف نے ان سب کی تکذیب کی اور فرمایا ان الذین اختلفوا فیہ لفی شک منہ ما لھم بہ من علم الا اتباع الظن عیسائی قرآن شریف کی عبارت سے ہمیشہ یہی ظن فاسد رکھتے ہیں کہ یہہ عبارت حضرت عیسیٰ کے مصلوب ہونے کے متعلق اونہیں فرقوں کے مزاعم سے اخذ کی گئی ہے جو کہتے ہیں کہ بجائے حضرت عیسیٰ کے کوئی اور شخص مصلوب ہوا - حالانکہ یہہ امر واقعات کے خلاف ہے وہ عیسائی یہہ نہیں خیال کرتے کہ قرآن شریف نے بیشک تاریخی واقعات کو بھی ثابت رکھا اور اصلی حقیقت کو بھی بیان کر دیا - اب کوئی نہ سمجھے تو اوس سے کلام الہیٰ پر کیا حرف آتا ہے قرآن شریف صاف بتاتا ہے - کہ اول یہود کا قول کہ ہم نے قتل کیا دوسرے عام عیسائیوں کا عقیدہ کہ وہ قتل ہوئے تیسرے فرقہ باسالیدان اور سرنتھیان کا قول کہ بجائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے یوسف شمعون قتل ہوئے چوتھے فرقہ کا قول کہ اون کی جگہ یہود اسکریوطی قتل ہوا بالکل باد ہوائی ہے اور اٹکل پچو (عنپ) اوڑانا نہ بذریعہ کسی علم یقینی و خبر قطعی کے - شمعون بعد واقعہ صلیب

عرصہ تک بقید حیات رہا اور جماعت عیسائیوں میں شامل و شاغل یہود ابھی عرصہ تک بعدہ زندہ رہا بلکہ حضرت عیسیٰ کو واقعی نہ کسی نے تلوار یا سنگسار کے ذریعہ سے یکدم میں مار ڈالا نہ کسی نے صلیب پر سات آٹھ روز لٹکے رہنے دینے سے بوجہ شدت بھوک اور پیاس اور زخم اور تپش سے مار ڈالا لیکن خدا تعالیٰ نے اون کو اپنی طرف اوٹھا لیا۔ خدا کی طرف جانا یا اوٹھا لیا جانا ایسا ہے جیسے حضرت ابراہیم نے فرمایا اِنِّی ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّی (صافات) اور مہاجرین کی نسبت آیا ہے وَمَن یَّخرُج مِن بَیتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَی اللّٰهِ (نساء) اور کبھی رفع سے مراد رفعت الی اللہ ای رفعته فی قربه اللہ ہوتا ہے جیسے وَ لَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ الخ ہے حضرت عیسیٰ بعد واقعہ صلیب دیہات میں خفیہ بسر کرتے رہے جہاں حضرت مریم علیہا السلام بعد ولادت حضرت عیسیٰ علیہ السلام حسب بشارت یزدانی تشریف لے گئی تھیں جیسے کاہنوں اور نجومیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت خبر دی کہ یہ لڑکا ایک بادشاہت قایم کرے گا چنانچہ خدا نے تعالیٰ نے فرمایا

کہ اٰوَیْنٰهُمَآ اِلٰی رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّ مَعِیْنٍ اس کے بعد حضرت عیسیٰ نے اس دار فانی سے طرف دار جاودانی کے اپنی موت طبعی سے انتقال فرمایا۔ وغیرہ وغیرہ۔

(کمترین محمد حسین عفی عنہ)

اب میں دونوں مضامین کے اندراج کے بعد اخبار اہل حدیث مولوی عبد الحق صاحب غزنوی - پیر مہر علیشاہ صاحب گولڑوی ایڈیٹر صاحب البیان ایڈیٹر صاحب اتحاد - ایڈیٹر صاحب عصر جدید - ایڈیٹر صاحب البشیر - ایڈیٹر صاحب ریاض الاخبار شوکت صاحب میرٹھی (مولوی عبد الصمد صاحب چکڑالوی) ایڈیٹر صاحب کرزن گزٹ مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی - مولوی ممتاز علی صاحب - لاہوری ایڈیٹر صاحب الریاض بھوپال مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی مولوی فقیر محمد صاحب جہلمی وغیرہ مولوی صاحبان کو مخاطب کرکے دیکھنا چاہتا ہوں کہ وہ سب صاحبان قرآنی رموز سے واقف بھی ہیں یا حرف بحرف جیسا کا ہی خیال رکھتے ہیں۔ خاکسار مسافر۔

حفظ صحت

(بذر المشمش سم زعاف)

زرد آلو کا بیج زہر مہلک ہے

تجربہ - بمقام حمدون - ضلع لبنان ملک شام میں ایک اٹھارہ سالہ لڑکے کے معالجہ کے لئے ایک حاذق ڈاکٹر صاحب بلائے گئے - لڑکے کو سخت بے آرامی و قلق اور اضطراب لاحق تھا - نبض دھیمی اور اوس کی حالت خطرناک تھی ڈاکٹر نے پوری تحقیق و تشخیص کے بعد کہا کہ اس لڑکے کو زہر ملا ہے - اوس کے والدین وغیرہ سے پوچھا گیا کہ اس نے آج کیا کھایا ہے اونہوں نے کہا کہ اس نے آج صبح سے کچھ نہیں کھایا ڈاکٹر علاج کے لئے ہاتھ پاؤں مارتا رہا مگر لڑکا تھوڑی دیر کے بعد مرگیا ڈاکٹر کہتا رہا کہ اسکو زہر ملا ہے اور اوس کے والدین و اقربا کہتے کہ اس نے کچھ بھی نہیں کھایا - اوسی دن بوقت ظہر اوسی لڑکے کے پڑوس میں ڈاکٹر مذکور کو ایک دوسرے لڑکے کے علاج کے لئے بلایا گیا - دیکھا کہ وہ لڑکا قے کر رہا ہے اور شکم میں درد کا شاکی ہے - طبی تحقیقات سے ثابت کیا کہ اسکو بھی زہر ملا ہے - آخر اوس لڑکے نے اقرار کیا کہ میں اور جو لڑکا مرگیا ہے اوس نے کڑوے زرد آلو کے بیج اس شرط پر کھائے ہیں کہ جو زیادہ کھائیگا وہ زیادہ قوی ہوگا جو لڑکا مرگیا اوس نے ۷۰ - اور میں نے ۲۷ بیج زرد آلو کے کھائے ہیں -

اس موخر الذکر لڑکے نے زرد آلو کے بیج کھاتے ہی پہلے خوب معدہ بھر کر روٹی کھائی تھی اور اول الذکر لڑکے نے زرد آلو کے بیجوں کے سوا اور کچھ نہیں کھایا تھا اسلئے زہر اوس کے معدہ میں اثر کر گیا اور اس کو قے بھی نہ ہوئی اور دوسرے کو قے ہوئی اسلئے زہر کا اثر کم رہ گیا اور علاج بچ گیا -

والدین کو لازم ہے کہ اپنے بچوں کو کڑوے بادام اور کڑوے زرد آلو کے بیج ہرگز نہ کھانے دیں -

---

{احفظ شبابک والکھولة تحفظ نفسھا}

(از اکمل)

یعنی" ایام جوانی میں اپنی جوانی کو سنبھالو تو بڑھاپے میں آرام پاؤ گے

ایام شباب میں اپنے شباب یعنی جوانی کی حفاظت کرو کیونکہ کہولت اور پیری کے ایام کا ذخیرہ و زاد یہی جوانی ہی ہے جوانی کے خرچ کرنے میں میانہ روی اختیار کرو اور اوسکو دائمی جاری چشمہ کی طرح گمان نہ کرو یہ چشمہ کچھ مدت تک جاری رہکر بند ہو جاویگا - اور جب یہ جوانی گذر گئی تو ڈھونڈنے سے نہ ملے گی - اور بجز رسوائی اور شرمندگی اور کچھ حاصل نہ ہوگا کسی نے کیا اچھا کہا ہے ؎

جوانی بر سر کوچ است غنیمت دان جوانی را
کہ ہرگز کس نے گیرد دوبارہ زندگانی را
بزر نخریدہ جاں را اناں قدرش نمیدانی
کہ ناداں قدر کم داند متاع رایگانی را

(سوال) اگر کہو کہ ہم جوانی کو کیسا قایم رکھہ سکتے ہیں جبکہ وہ بالطبع زایل ہونے والی اور جانے والی ہے اسلئے اوس کے قایم رکھنے کی خواہش بے فائدہ ہے - **جواب** - ہم کہتے ہیں کہ جوانی نہ تو طعام سے قایم رہ سکتی ہے کیونکہ طعام سے زندگی کا قیام ہے - اور نہ نیند سے جوانی محفوظ اور قایم رہ سکتی ہے کیونکہ نیند کے ذریعہ انسان صرف دن کی کوفت و مشقت و محنت سے آرام پا سکتا ہے - جوانی عفت و پرہیزگاری اور میانہ روی و اعتدال سے محفوظ و قایم رہ سکتی ہے فضولیات و اسراف سے بچتے رہو کیونکہ فضولیات جوانی کو زندگی کے ساتھ تباہ کر دیتی ہیں جب کسی کہن سال کو دیکھو کہ اوس کے بال سفید اور دانت گر گئے اور منہ پر شکن پڑ گئے اور آنکھیں ڈوب گئی ہیں اور باوجود ان باتوں کے وہ راست قامت - روشن چشم - صحیح الاندام - سریع الحرکت ہو اور طعام کو بخوبی ہضم کر لیتا ہو اور جسم و عقل سے جوانوں جیسے کام بجا لاتا ہو تو سمجھ لینا چاہئے کہ اوس نے جوانی عفت اور پرہیزگاری و اعتدال میں گذاری ہے لہذا اوس کی جوانی کا ذخیرہ و زاد اب اوس کو کام دے رہا ہے -

جب کسی جوان کو عنفوان جوانی جیسی عمر میں دیکھو جسکے چہرہ پر جوانی کی رونق کے آثار موجود ہوں تو اوسکی بشاشت و رونق چہرہ اور بہت کھانے اور علامات صحت و عافیت پر نہ جاؤ (بلکہ) جب دیکھو کہ وہ تھوڑا چلے تو تھک جائے - تھوڑا دوڑے تو سانس چڑھ جائے اور ہانپنے لگے اور جب اوس کو کوئی عقلی کام کرنا پڑے تو آزردہ دل و ملول خاطر ہو اور جب کسی خطرناک بات کا ذکر آوے تو ڈرے اور کانپے یا جب اوس کے سامنے کسی شخص کی مصیبت کا ذکر آوے تو وہ ڈرے کہ مبادا مجھ کو بھی وہی مصیبت نہ پہنچے - اور جب دیکھو کہ وہ کسی کام پر جسارت اور دلیری سے اقدام نہیں کر سکتا تو جان لو کہ وہ اپنی جوانی سے غافل رہا اور اوسکو فضولیات و اسراف سے ضایع کر چکا ہے کیونکہ جب جوان آدمی عفیف اور پرہیزگار رہے تو قوی الہمت اور ثابت الاتب ہوکر زمانہ کی گردشوں و حوادث پر تادم آخر صابر رہتا ہے - اگر مرد پندرہویں سولہویں اور تیسویں سال کی عمر میں متنبہ ہوکر اپنی جوانی کا ذخیرہ محفوظ کریگے تو آیندہ زمانہ کے ایام باعافیت گذارے گا ورنہ اس مدت کے اندر جوانی کے ضایع کرنے سے باقی زندگی حسرت و وبال ہوگی -

مجکو ان سطور کے لکھنے کی اس لئے ضرورت پڑی ہے کہ بہت سے نوجوان فضولیات و اسراف میں مستغرق ہو رہے ہیں اور ان فضولیات و اسراف کے نتایج جو کئی قسم کے امراض و مصائب کی اشکال میں اون کے اجسام و عقول پر آیندہ نمودار ہونے والے ہیں اوسکو دور اندیشی کی نظر سے معلوم نہیں کرتے ساری ساری راتیں بیدار رہکر فسق و فجور کی مجالس میں گذار دیتے ہیں جس سے اون کے قوا سست

دار الامان کا ہفتہ

۱۔ دار الامان کی خبروں میں بجز اسکے اور کیا سنائیں کہ دار الامان کی موجودہ جماعت بہت ہی مختصر موجود ہے۔ مدرسہ بند ہے حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام لاہور تشریف لیگئے ہیں۔

۲۔ ۱۲ اگست ۱۹۰۳ء کو حضرت حکیم الامۃ اور مولانا مولوی عبد الکریم صاحب بھی حضرت حجۃ اللہ کی طلبی پر لاہور تشریف لیگئے ہیں۔

۳۔ ۲۰ کو حسب اجازت حضرت مسیح موعود جناب جناب خانصاحب نواب محمد علیخان صاحب رئیس مالیرکوٹلہ بھی ایک جماعت کے ہمراہ لاہور تشریف لیگئے۔

مقدمے کے حالات

۱۔ ۲۰ اگست ۱۹۰۳ء کو حسب قرار داد تاریخ گذشتہ دو بجے کے بعد کرم الدین ملزم اور مستغیث ملزم نے تحریری بحث اپنی طرف سے خواہش کرکے جو جواب کیلئے ہمارے وکیل سلسلہ خواجہ کمال الدین صاحب اور مولوی محمد علی صاحب کو دی گئی خواجہ صاحب نے جس حیرت انگیز طور پر اسکا جواب لکھا ہے اسکو کچھ ہم ہی سمجھ سکتے ہیں یا وہ لوگ جو ان کے پاس موجود تھے ۲۵ کی صبح کو ۶ بجے اپنے جواب لکھنا شروع کیا۔ اور ایک ہی نشست پر ۲۶ کی صبح کو ۶ بجے تک بحث ختم کرلی۔ کیونکہ ۲۶ ہی کو وہ بحث دینی تھی۔

اس ۲۴ گھنٹہ میں خواجہ صاحب بجز باب یا خانہ کے حوائج کیلئے اٹھنے یا نماز وں کے لئے باقی عرصہ قلم برداشتہ جواب لکھتے رہے۔ ان ۲۴ گھنٹوں میں یہ مسودہ صاف ہوکر نقل ہوتا رہا۔ اور ۲ بجے کے قریب ملزم کو دیا گیا۔ اور ملزم کو جواب الجواب کیواسطے دیا گیا کہ وہ ۲۸ کو اس کا جواب بشکل زبان صاحب کو دیدے۔ فیصلہ سنانے کیلئے فی الحال کوئی تاریخ مقرر نہیں ہوئی۔

۲۔ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقدمہ میں ۱۵ ستمبر مقرر ہے اور غلام محمد گواہان استغاثہ پر کہ جرح کیلئے مقرر ہوئی کرم الدین غالباً خود تحصیل سمن کرکے ان کو لائے گا۔ ۱۲ ستمبر ۱۹۰۳ء سے شہادت صفائی شروع ہوگی۔

۳۔ ہم گواہوں کی ایک فہرست دی گئی تھی کہ جناب مجسٹریٹ صاحب بہادر نے باقی کو چھوڑ کر مندرجہ ذیل گواہ ۱۰، ۱۱، ۱۲ و ۱۴ ستمبر ۱۹۰۳ء کو کے لئے بلائے ہیں۔

۱۔ شیخ علی احمد صاحب وکیل گورداسپور۔
۲۔ شیخ عزیز الدین صاحب پنشنر تحصیلدار دینا نگر۔
۳۔ میان حسین بخش صاحب پنشنر ڈسٹرکٹ جج بٹالہ
۴۔ ڈاکٹر محمد دین صاحب لاہور
۵۔ حاجی شمس الدین صاحب سکرٹری انجمن حمایت اسلام لاہور
۶۔ منشی نظام الدین صاحب لاہور
۷۔ بخشی رام بیاپا صاحب ایڈیٹر دوست ہند بھیرہ
۸۔ چودہری نصر اللہ خان صاحب پلیڈر سیالکوٹ
۹۔ مولوی فیروز الدین صاحب ڈسکوی سیالکوٹ
۱۰۔ سید محمد علی شاہ صاحب پنشنر قادیان۔

اس کے ساتھ ہی وکیل صاحب نے حکیم فضل دین صاحب کی طرف سے مندرجہ ذیل درخواست پیش کی تھی جس کے لئے مجسٹریٹ صاحب نے ۱۵ ستمبر ۱۹۰۳ء کو غور کرنے کا حکم دیا۔

بعدالت جناب رائے آتمارام صاحب بہادر مجسٹریٹ ضلع گورداسپور

کرم الدین ولد صدر الدین مستغیث
بنام
مرزا غلام احمد صاحب و حکیم فضل دین سکنہ قادیان
زیر دفعہ ۵۰۰ وغیرہ

جناب عالی حکم امروز جناب سے صرف گیارہ گواہان کا حکم ہوا ہے۔ جو گواہ عدالت نے منظور نہیں کئے ان میں سے ایک گواہ پیر مہر علی سکنہ گولڑہ ضلع راولپنڈی ہے۔ یہ گواہ ایسا گواہ نہیں کہ جس کو واقعات مقدمہ کا علم نہ ہو۔ حضور خود مثل مقدمہ ہذا کو معائنہ کریں تو اس تمام مقدمہ میں کوئی واقعہ ثبوت طلب نہیں کہ جس کے متعلق گواہ مذکور کو ذاتی علم نہ ہو۔ مثلاً خطوط متنازعہ میں ایک کارڈ ہے جو پیر مہر علی شاہ نے گولڑہ سے کرم الدین مستغیث کو بھیجا۔ اور کرم الدین مستغیث نے ہم کو بھیجا۔ اس ایک کارڈ کے ثابت ہو جانے پر کل خط و کتابت مابین مستغیث و ملزمان ثابت ہوتی ہے اور پیر مذکور اسمیں ذاتی گواہ ہے پیر کتاب اعجاز المسیح سرقہ کردہ محمد حسن متوفی کے متعلق مختلف بیان مستغیث کے ہیں اس کتاب کے متعلق جو کچھ بیان پیر مذکور کا ہوگا وہ فیصلہ کن ہوگا اوس نے اگر یہ بیان کرنا ہے کہ آیا فی الواقعہ اس نے کتاب مذکور مستغیث سے منگوائی تھی یا نہیں اور اس بیان سے ایک تو خط و کتابت مابین ملزم و مستغیث ثابت ہو جاویگی دوسرے الفاظ استغاثہ کردہ پر بہت کچھ فیصلہ کن معاملہ پیدا ہو جاوے گا۔ علاوہ ازین یہ امر ثابت ہے کہ پیر مہر علی اور مستغیث کی خط و کتابت ہے اور کرم الدین مستغیث کا دستخط کو پیر صاحب پہچانتا ہے اور چونکہ وہ سجادہ نشین ہے اسلئے ممکن نہیں کہ وہ جھوٹی شہادت دے پس بہت ہی ضروری ہے کہ ہم اس کے عوض ایک اور گواہ کو بھی چھوڑنے کو طیار ہیں۔

حضرت مسیح موعود لاہور میں

جیسا کہ الحکم کی گذشتہ اشاعت سے معلوم ہو چکا ہے ۲۰ اگست ۱۹۰۳ء کو حضرت مسیح موعود لاہور کو روانہ ہوئے۔ اور بعد دوپہر لاہور پہنچے۔ اور میاں معراج الدین صاحب عمر کے مکان واقعہ بیرون دروازہ دہلی میں فروکش ہوئے ہیں۔

آپ کے قیام لاہور کے متعلق مفصل حالات الحکم کی اگلی اشاعت سے شروع ہوں گے جو انشاء اللہ الحکم کے ناظرین کیلئے عجیب دلچسپی کا موجب ہوں گے۔ یہ مضمون انشاء اللہ ایک جدید اور جامع طرز میں لکھا جاویگا۔ جیسا ہم نے پہلے ظاہر کیا تھا بذریعہ جداگانہ رسالہ شائع نہیں ہوگا بلکہ الحکم ہی میں لکھا جاوے گا۔ ہاں ہم کوشش کریں گے کہ اگر خدا تعالیٰ نے توفیق دی تو اسکا سلسلہ الحکم کے چار صفحوں سے کم نہ رکھا جاوے وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

چھوٹے چھوٹے جملے

جہاد کی فلسفی پر میں نے غور کی ہے اور میرے نزدیک جہاد کی حقیقت یہ ہے کہ قومیں کو آفات اور فتن سے بچایا جاوے۔ اب غور کرو۔ کہ مرزا صاحب نے جو جہاد کیا ہے کہ اس جہاد سے اپنی قوم کو فتنہ سے بچالیا ہے یا نہیں؟ دیکھو کوئی عیسائی کسی مرزائی سے بحث نہیں کرتا کوئی اور مذہب والا ہو جب وہ کسی مرزائی کے سامنے آتا ہے تو وہ یہی کوشش کرتا ہے کہ اس کے ساتھ مذہبی گفتگو سے بچ جاوے وہ کسی نہ کسی بہانہ سے اس کو ٹالتا ہے۔ کیا اسطرح اس نے اپنی قوم کو بچایا ہے یا نہیں؟ عیسائی اس سلسلہ سے کلی مایوس ہو چکے ہیں اور ایمان کی ہی خوبی اور کمال ہے کہ کفر اس سے مایوس ہو جاوے۔ ہاں ابھی تک عیسائیوں کو ان مسلمانوں پر قابو پانے کی امید باقی ہے جو ہمارے مخالف ہیں اگر وہ بھی ان عقائد حقہ کو سمجھ لیں اور مرزا صاحب کے ساتھ ہو جائیں تو عیسائیت کو بالکل مایوسی ہو جاوے

(مولوی عبد الکریم صاحب)

ایک شخص نے مجھ سے پوچھا کہ کیا بات ہے کہ تو قرآن اچھا جانتا ہے میں نے اسکو کہا کہ تو بھی منصف رہ۔ بیٹے کے بیمار ہونے یا اور دوسری دنیوی اغراض کیلئے کس قدر دعائیں کرتے ہو اور دوسروں سے کراتے ہو۔ اور کس قدر سعی اور کوشش کرتے ہو مگر کبھی قرآن شریف کے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کے لئے بھی کوشش کی اور دعائیں کی ہیں۔ اس نے کہا نہیں۔ میں نے کہا میں تو سچ کہتا ہوں اور اسی کے جلال کی قسم ہے کہ قرآن کریم کے سمجھنے کے لئے بہت سی دعائیں مانگی ہیں۔ (ن)

مامورین حقیقت میں اس عالم کے پاسبان ہوتے ہیں خصوصاً اپنی قوم کے نگران اور نگہبان وہ پہرہ دیتے ہیں اور وہ لوگ جو اس کے دامن کے ساتھ وابستہ ہوتے ہیں وہ امن اور آرام کے ساتھ سوتے ہیں حضرت اقدس فرماتے تھے میری بیماری جو اکثر غلبہ کرتی ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ بعض اوقات دعائیں کرتے کرتے میری حالت موت تک پہنچ جاتی ہے اور سچ تو یہ ہے کہ میں روز دعائیں کرتے کرتے مرجاتا ہوں۔ خدا کی قسم دفع طاعون کیلئے میں نے بہت ہی دعائیں کی ہیں مگر میں دیکھتا ہوں کہ یہ بدبخت ابھی چاہتے ہیں کہ طاعون ہی ہو۔ اسی مضمون کو حضرت اقدس نے اس شعر میں ادا کیا ہے:

بخیر و عافیت بگذر شب اندر خواب
کہ پاسبانی ایشان بصد عنا باشد (ن)

انبیاء علیہم السلام کی شناخت کیلئے جب سے سلسلہ نبوت کا شروع ہوا ہے دو باتیں مفید ثابت ہوئی ہیں ایک حسن ظن دوسرا صبر جو شخص ان دونوں باتوں سے کام لیتا ہے وہ حق کو پالیتا ہے لیکن جو اس طریق کو چھوڑتا ہے اور جلد بازی اور بدظنی سے کام لیتا ہے وہ آخر محروم رہ جاتا ہے۔ (ن)

مجرموں کے ایک قیافہ شناس کی رائے ہے کہ جن لوگوں کے کان بڑے ہوتے ہیں وہ زیادہ تر ناکامیاب مجرم ہوتے ہیں سب سے پہلے کان ہی کے ذریعہ انسان کا رجحان جو خرابی اور بڑے کاموں کی طرف ہوتا ہے معلوم ہو سکتا ہے۔

ایک آدمی ایک دن میں ۲۳ ہزار دفعہ ہوا میں دم لیتا ہے اور ایک دن میں وہ جس قدر چیزیں کھاتا پیتا ہے ان سے ہر ایک یہ مقدار چھ گنی ہے۔

نباتات خور کا دل فی سیکنڈ ۵۸ مرتبہ دھڑکتا ہے اور گوشت خور کا ۷۵ بار۔

تبیاناً لکل شیئٍ

اب یہ دیکھنا ہے کہ کل شیئ کیا ہے بلقیس کو کہا او تیت من کل شیئ۔ کیا اوس کے پاس قرآن بھی تھا معلوم ہوا کہ اس کے معنے ہر ایک چیز کے نہیں ہوتا۔ پھر کیا اس کے پاس سلیمان کے برابر فوج ہی تھی۔ جسکو نسبت کہا گیا کہ او تینا من کل شیئ۔ پھر ذوالقرنین کے لئے فرمایا۔ واتیناہ من کل شیئ سببا۔ معلوم ہوا کہ کل شیئ کے معنے کچھا ور ہی ہیں۔ پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا خلق کل شیئ۔ پھر اللہ تعالےٰ خود بھی شیئ ہے۔ جیسے فرمایا کل شیئٍ ھالک الا وجھہ۔ یعنے اللہ تعالیٰ کا کل شیئ میں بھی سمیع ہے۔ یعنے ہر چیز کو بنایا۔ مگر کیا اپنے آپ کو بھی بنایا نہیں۔ پھر کہو۔ احاطہ بکل شیئٍ علماً گویا۔ اللہ تعالیٰ کا علم احاطہ ہے۔

اسیطرح عام محاورہ ہے۔ کیا آپ فلان سفر کو واسطے تیار ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ ہان سب سامان لے لیا ہے۔ کیا کو شبہ بھی سا شبہ ہے۔ اور جارپائی وغیرہ بھی۔ پھر کلکتہ کا اور سامان ہے۔ لندن کا اور۔ بنگالہ کا اور۔ پھر معلوم ہوا کہ کل کو شخص اور وقت سے کچھ خاص خصوصیت ہے۔ پھر خلیفہ بنانا۔ بنانا اور خلفا کو ماننا بھی تو دین ہے۔ مگر تم کہو قرآن اون کی فہرست تو دیدیتا کیونکہ اگر خلفاء نہ ہوتے تو رواج اسلام یہان کیسے ہوتا۔

پھر اگر قرآن بتلاتا کہ پہلے خلیفہ کا نام ابوبکر ہے تو کل تمام لوگوں کے نام ابوبکر رکھ لیتے۔ پھر قرآن نے کئے کل شیئ بتلانے میں فتحنا علیھم ابواب کل شیئ۔ بکاروں کے حق میں آیا ہے۔ پھر معلوم ہوا کہ کل شیئ میں ہر ایک چیز کا الگ ہوتا ہے۔ اب بتلاؤ کہ قرآن کا کل تفصیل کیا ہے بہت اور امر قرآن نے بتلائے ہیں۔ ہان آپ کی لو۔ اسمیں سوائے قرآن کے کوئی تخصیص نہیں کی کچھ اور لوگون کے احکام ماننے کا حکم دیا ہے جنمین ایک یہ بھی ہے۔ واتبع سبیل من اناب۔ یہان ہر ایک نیک شخص کی اتباع کا حکم دیا ہے۔ اور کوئی تفصیل نہیں دی۔ بیوی خاوند کی۔ مرید مرشد کی۔ اور مرد عورت کی اتباع کرے۔ رعایا بادشاہ کی اتباع کرے۔ مگر ان تنازعتم فی شیئ فردوہ الی اللہ۔ ذکر دا سے سوا کوئی تخصیص نہیں۔

واتمنن وا بینکم۔ میں باہم اہل اسلام میں ایک دوسرے او امر ماننے کا حکم ہے پھر اسیطرح اون کی اتباع کا بھی حکم دیا ہے۔ اور اسمیں کوئی تخصیص نہیں کی پس اب ہمیں رسول کے کسی حکم کی تفصیل کی ضرورت نہیں۔ ہان اب اولو الامر بادشاہ کی اتباع میں کوئی قید لگا دی ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حکم میں کوئی قید نہیں لگائی گئی۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ معلوم ہوا کہ رسول کی ساری اتباع کا نام ہی تفصیل ہے اب رہی یہ بات کہ رسول کی اتباع کا پتہ ہم کو کہان سے لگے یہ الگ بات ہے یہ تو معلوم ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع فرض ہے۔

سوال۔ رسول اللہ نے جو کہا ہے وہ قرآن ہی کہا ہے

جواب۔ اگر رسول نے صرف قرآن ہی کہا ہے تو پھر تو رسول کی بعث کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ اگر یہی بات ہے تو کیا ان آپ کی اتباع میں یہ عذر کر سکتا ہے کہ اگر وہ یہاں آ گئے ہیں تو یا قرآن میں انکو یہاں دیتے کا حکم درج ہے۔ یا نہیں ہے یہ نہیں بلکہ یہ کہ رسول اللہ کی ہی نہیں بلکہ اس کے خلفاء کی بھی اتباع فرض کرنی پڑے گی کیونکہ

وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا ومن کفر بعد ذالک فاولئک ھم الفاسقون۔

اس میں کہا ہے کہ خلیفہ کا منکر ہی کافر ہے۔ کیونکہ اس کو خدا نے خلیفہ بنایا ہے

قل ان کنتم تحبون اللہ میں ہم قرآن کی پیروی بھی اس لئے کرتے ہیں کہ ہمارا رسول خود قرآن کی اتباع کرتا ہے اور اگر اوس کا قول غیر قرآن ہوگا تو بھی اس کا اتباع ہم پر لازم ہوگا۔ مثلاً وہ کہتا۔ ہاں دو۔ روٹی دو۔ فلان شخص اپنی لڑکی فلانے کو دیدے۔ تو ہمیں ان سب باتون کی پیروی کرنی پڑے گی۔ کیونکہ۔ ما ینطق عن الھوی میں یہ کہا ہے۔ کہ جو کچھ تو بولے خواہ وہ قرآن سے ہے یا قرآن سے باہر ہے۔ وہ سب وحی ہی وحی ہے۔

پس معلوم ہوا کہ آپ جو کچھ بولے۔ خواہ بیوی سے خواہ کسی دوست سے۔ خواہ دشمن سے تو وہ سب وحی سے ہی بولے۔ پھر تو یہان تک نوبت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ نے جو کہا تھا کہ آنحضرت نہیں مرے۔ یہ بھی خطا نہیں تھی۔ کیونکہ جنہوں نے مرتد ہو جانا تھا وہ متاثر ہو کر رہ جاتے۔ اس لئے یہ مصلحت وقتی تھی کہ مدینہ میں ارتداد پیدا نہ ہو جاوے۔ پھر کلام حضرت عمر کے مونہہ سے وحی کے طور پر نکلا کہ اس تلوار سے لوگ ڈر جاوین۔ تھوڑی ہی دیر میں خلافت بن جاوے گی اس وقت وہ آپ سنبھال کرے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ وحی عربی زبان میں بہت جلد بات کرنے یا مکتوب چیز کو کہتے ہیں۔

رسول اللہ کو بھی یا تو یکدم بات آجاتی یا مکتوب ہوتی۔ تو اوسی کا نام وحی رکھا تھا۔

سوال۔ وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی۔ اگر قرآن سے عام ہے تو لم تحرم ما احل اللہ اور الماذنت وغیرہ کی کیا توجیہ ہے۔

فرمایا۔ پہلے تو اس کے ما قبل پر غور کرنا چاہیے والنجم اذا ھوی۔ ما ضل صاحبکم وما غوی۔ وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی۔ یہان قرآن کریم کا ذکر نہیں یہان اللہ تعالےٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑائی بیان فرمائی ہے۔ اور بتاتا ہے کہ اسکی گذشتہ عمر میں اس سے کبھی کوئی ضلال کا کام نہیں ہوا۔ بلکہ آپ کے تین صفات اللہ تعالےٰ بیان کرتا ہے۔ اول کبھی یہ گمراہ نہیں ہوا۔ جیسے فرماتا ہے ما ضل گمراہ نہیں ہوا۔ پھر صاحبکم ہے یعنے کوئی اجنبی شخص نہیں۔ تمہارا ساتھی ہے جیسے فرمایا ہے۔ ولقد لبثت فیکم عمراً من قبلہ افلا تعقلون۔ میری گذشتہ حالت کو دیکھو گو اس ساری سورت میں رسول اللہ کی بڑائی دکھایا جاتا ہے پھر وما غوی۔ کیا معنے۔ یہ غوا اس سے صادر نہیں ہوا۔ یہ دو لفظ کیون رکھے ایک بدی خدا کے متعلق ہوتی جس کو ضلالت کہتے دوسری مخلوق کے متعلق ہوتی جسکو غوی کہتے ہیں پس یہ تین لفظ بولے ہیں۔ ضلالت غوایت سے منزہ ہونا۔ اور آگے صاحبت۔

کوئی اجنبی شخص ہمارے واعظ بنکر آوے تو ہم اسکی بات اوس کے افعال کو یکدم قبول نہیں کر سکتے کیونکہ ہم اسکی حقیقت کو نہیں جانتے انہیں تینوں باتوں حل کر دی ہیں۔ کہ نہ یہ اجنبی ہے۔ نہ ضال ہے۔ نہ غاوی ہے۔ اس سے آپ کی عصمت ثابت ہوتی ہے۔ آگے فقرہ ہے وما ینطق عن الھوی۔ آپ بطے ضرورت ہے۔ غوایت بھی تحت شرارت ضلالت تھی خدا سے گمراہی اب یہ بطے بات ہے کہ کبھی گری ہوئی خواہش پر یہ نہیں کرتا۔ اب ضلالت اور غوایت سے کو پاک کی ہے۔ کہ بھی کہ ہم گری ہوئی خواہش پر نہیں بولا تو اب تو ضرور ہی نہیں بولے گا۔

پس یہ تین شہادتیں خدا کی ہیں۔ اب اگر کوئی آیت یا حدیث آنحضرت کی غوایت اور ضلالت یا بدی پر دلالت کرے تو ان تینوں باتون کو ہمیں ملحوظ رکھ لینا چاہیئے۔

مثلاً۔ ووجدک ضالاً فھدی۔ قرآن کریم میں ہے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ضال تھے مگر ہرگز گمراہی کے معنے نہیں لے سکتے کیونکہ ما ضل ہمیں روکتا ہے پھر ہم کہتے ہیں کہ اس ضلالت میں وہ ضلالت نہیں ہے جسکی غوایت لگی ہوئی ہے کیونکہ خدا نے اسکی نفی کی ہے۔ وہ دوسرے ضال کے معنے مسائل کے بھی ہیں۔ پس یہان ہم اسکے معنے سائل کے کرین گے۔ ان ھو الا وحی یوحی نہیں ہوتا اس کا نطق مگر وحی۔ الا ھو کیا ہے ظاہر ہے کہ قرآن تو نہیں۔ اب یہ ضمیر یا نطق کی طرف ہے یعنی آپ کا جو نطق ہے وہ وحی ہے۔ الو ما فیہ۔ اور آگے الا لگا ہوا ہے اس کے گویا یہ معنے ہیں کہ ھو وحی۔

لوگون کو وحی کے معنون میں غلطی لگی ہے یعنے انہوں نے کہا ہے کہ وحی نام ہے خدا کے بولنے کا اور وحی نام ہے قرآن کا اس کے سوا اور نہیں

پس پہلے ہم لوگ نے طور پر قرآن اور لغت کیطرف نظر ڈالتے ہیں۔ کہ وحی کیا ہے۔ لغت میں وحی کے معنے اشارہ تھا بلدے اشارہ کرنا۔ رمز میں بولنا۔ تعریض میں بولنا۔ صرف آواز۔ جلدی سے پیدا کرنا۔ کنایت میں کچھ دکھا دینا۔

پس اب اس سے وحی کے معنے وسیع معلوم ہو گئے۔ مگر قرآن بھی اس کا ایک جز ہے اور وحی عام ہے اب ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن نے وحی عام رکھی ہے یا خاص۔ یہ عمل زنگ ہے۔

وان الشیاطین لیوحون الی اولیاءھم۔ وکذالک جعلنا لکل نبی عدوا شیاطین الانس والجن یوحی بعضھم الی بعض زخرف القول غرورا۔ پھر حیوانات کو۔ واوحی ربک الی النحل۔

عام وحی تا تعین الذین دا عیش کو۔ واوحینا الی ام موسیٰ۔ اس سے اوپر۔ واوحی فی کل سماء امرھا۔ یعنے آسمانوں پر کوئی امر ہوتا ہے تو وہ بھی ان کی وحی ہے۔ زمین کو وحی ہے۔ واخرجت الارض اثقالھا بان ربک اوحی لھا۔

یعنے زمین جو کچھ کر رہی ہے۔ اس سے ترقی کرتے اوحینا الی الحواریین۔ اس سے بڑھکر واوحینا الیھم فعل الخیرات واقام الصلوٰۃ۔ اس سے آگے خاص لوگون کیطرف فخرج علی قومہ من المحراب فاوحی الیھم ان سبحوا بکرۃ وعشیا۔ یہ نبی صاحب شریعت یا کتاب نہیں۔ آگے صاحب شریعت کی طرف۔ واوحینا الی موسیٰ واخیہ۔ پھر عام رسول۔ وما ارسلنا من قبلک من رسول الا نوحی الیھم۔ پھر رسول اللہ کی طرف۔ اتبع ما یوحی الیک من ربک۔ ان اتبع الا ما یوحی الی۔ اس سے اوپر۔ اذ یوحی ربک الی الملائکۃ انی معکم فثبتوا۔

اب یہ دیکھ لیا کہ وحی قرآن میں بھی ایک وسیع لفظ ہے۔ اللہ تعالیٰ۔ زمین۔ آسمان۔ حیوانات۔ صالحین مرسل۔ مومنین۔ سبکو وحی کرتا ہے۔ جب ایسا وسیع لفظ ہے تو آنحضرت کی وحی شیطانی وحی تو نہیں جب شیطانی نہیں تو چونکہ وہ خاتم الانبیاء رسول ہے۔ اس لئے اس کی وحی بھی جامع وحی ہونی چاہیئے۔ یعنے ملائکہ انبیاء صالحین۔ مقربین۔ والی وحی بھی ہونی ہوگی جہان تک کہ اب یہ دعویٰ کرتا ہون کہ ما ینطق عن الھوی میں وحی بڑی متفاوت ہے۔ اگر کسی سے شروع کرکے سب تمام الگ الگ بیان کئے جاوین اور یہ بیان کیا جاوے کہ انمیں افضل کون ہے تو بحث لمبی ہو جاتی ہے اتنا کہہ دیتا ہوں کہ اگر کوئی شخص انبیاء یا ملائکہ کی فضیلت کی طرف گیا ہے۔ تو ہم دیکھتے ہیں کہ دونون کو وحی ہوتی تو ہے۔ اب ہوتی کبھی کی وحی اور ملائکہ اور بشر کی وحی میں کچھ تفاوت تو ضرور ہے پھر نسوم کی حواریوں کو وحی ہوئی

(باقی)

اب یہ وحیاں جو ہوتی ہیں اور آجتک بند نہیں ہوئیں کیونکر شیاطین کی وحی اور کمینوں کی وحی تو ہم روز دیکھتے ہیں پھر یہ ایک ادنیٰ وحی ہے پھر ملائکہ کے اعلےٰ طریق کی وحی کیوں بند نہیں ہوگی۔ پھر کیا وجہ کہ وہ انفع وحی جو روحانی ہے وہ بند ہو جاوے۔

اب جو وحی نبی کو ہوگی۔ جو حواریوں کو ہوگی۔ جو شہد کی مکھی کو ہوئی۔ جو موسےٰ کی ماں کو ہوئی۔ وہ قرآن تو نہیں۔ پس وہ ضرور قرآن سے عام ہے اور قرآن سے عام بھی وحی ہوتی ہے۔ اور یہ بات پایۂ ثبوت کو پہونچ گئی۔ اب ہم عام نظارہ میں دیکھتے ہیں کہ وحیاں متفاوت ہیں اور سمجھنے والے بھی متفاوت ہوتے ہیں۔ تو پھر ایک شخص کو جو پہلے وحی کا ایک وقت ہوگا اور کچھ عرصہ کے بعد اس کے فہم میں ایک ترقی ہوگی تو اسکی سمجھ میں بھی ایک ترقی ہوگی۔

چنانچہ مثلاً ایک عورت کو ہم نے سادہ طور پر قرآن کا ترجمہ سنایا۔ اور اس کو اس کے سوا کچھ پتہ نہیں۔ اور جو کچھ سنا سچ سنا مگر جب وہی قرآن عام مردوں کے سامنے سنایا تو اس نے سنکر کہا کہ آج تو کوئی اور ہی بات سمجھی۔ اور پھر جب فلاسفروں کے سامنے ہم نے وہی قرآن سنایا تو کہیں گے کہ سوا تعصب کے ہم سے کچھ چھپا رکھا تھا کہ اصل میں بات ایسی تھی۔ حالانکہ وحی کی اصلیت میں کچھ فرق نہیں آیا۔ قرآن شریف وقت الزمان سے وحی ہیں اور اس کے سمجھنے میں کچھ تفاوت ہوتا ہے۔ دیکھو ہمارے ہاتھ میں یہ عینک ہے اس کو آنکھ پر رکھ دیتا ہوں اور پھر اتار دیتا ہوں اور اس کو شیشی کہتا ہوں۔ پھر کہتا ہوں ایک شیشی ہے۔ پھر لغت اس عینک کو اور خدا کو شیشی کہنا برداشت کرتی ہے۔ اب میں کہتا ہوں کہ میں شیشی تک پہونچ گیا۔ تو سننے والا سمجھے گا کہ آیا شیشے تک کہ عینک تک۔ یا خدا تک پہونچ گیا۔ ایک بچہ کو ہم کہیں گے۔ لو دوا۔ پھر کتاب لو۔ پھر حصہ لو۔ پھر سارٹیفیکٹ لو۔ پھر کہاں سے کہاں تک جا پہونچے۔

اس سے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ وحی مراتب وقت اور علم کے لحاظ سے تفاوت کرتی ہے۔ تو کل تو یہ کہا تھا۔ آج یہ کہا۔ مگر نہیں ہم کہتے ہیں کہ تمکا بھی شیشی تھا اور خدا بھی۔ ہمارے لفظ میں تو تفاوت نہیں۔

پس خلاصہ کلام یہ ہوا کہ وحی عام ہے۔ اور مدارج پر ہوتی ہے۔

اب ایک اعتراض ہے کہ ایک ہی شخص کو پھر یہ کیوں کہا۔ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ۔ لِمَ تُحَرِّمُ ہم سمجھتے ہیں کہ پہلی تحریم وحی بھی کہ نہیں۔ اور اذن تھا کہ نہیں۔ یعنے آنحضرتؐ سے دو فعل سرزد ہوے تحریم حلال۔ اور ایک اذن کسی قوم کا۔ اب سوال یہ ہے کہ آیا یہ فعل وحی کے نیچے داخل تھے۔ اگر نہ تھے تو یہ فعل بلا وحی ہوا۔ اگر تھے تو بکلی وحی سے انکار کیوں ہوا۔ اب ہم کہتے ہیں کہ کیا وہ اذن خلاف تھا کیا اسمیں قرآن نے کوئی فتوے دیا ہے۔ یا وہ فعل خلاف میں تھا۔ یا کوئی بری بات تھی۔ نہیں قرآن نے اس کا ثبوت دیا ہے۔

دیکھو ایک منافق مومنوں میں ملا ہوا ہے۔ رسول اس پر درگذر کرتا ہے۔ تو یہ کوئی گری ہوئی بات نہیں۔ اسیطرح بی بیوں سے معاشرت بالمعروف کرنا۔ اسمیں کیا یہ نہیں کہ اگر ایک بات بی بی کو ناپسند ہو تو اس کو نہ کرے۔ مثلاً ایک بی بی خاوند کو کہے کہ تمہارے سفید بال مجھے اچھے نہیں معلوم ہوتے تو ہم عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ کے نیچے مہندی لگالینگے۔ پس ہم نے اس وحی سے ڈاڑھی کو رنگین کر لیا۔ پھر اس نے کہا نہیں ان بالوں کو سیاہ کرو ہم دیکھتے ہیں کہ معروف میں سیاہ موجود ہے۔ وسمہ لگا لیا پھر وحی کہتی ہے کہ خالص سیاہ جائز نہیں۔ اسمیں مہندی ملالو۔ یاد کرو رسول اللہ صلعم نے اپنا نام رحمة للعالمین سنا اس لئے سمجھا کہ مجھے تو بڑی درگذر کرنی چاہیے نہ کہ بد دعا۔ نہ میں ان کو ماروں نہ قتل کروں۔ نہ ان کے حق میں بد دعا مانگوں۔ پس اسی رحمت نے استغفر کہلوا دیا۔ اور آپ نے صرف یہی کہا رب اهد قومي فانهم لا يعلمون میں تو ان کو کچھ نہیں کہتا۔ کیا یہ فہم ہے کہ نہیں۔ اب رسول کو یہ حکم آیا۔ قَاتِلُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ۔ رحمت کا منشاء تو یہ تھا مگر خدا کے علم میں یہ کہ یہ لوگ ثواب ابد کے نیچے نہیں آتے احاطت خطیئتہ کے نیچے آگئے ہیں۔ اور یہ دریافت کرنا عالم الغیب کا کام تھا اور نبی کو معلوم نہ تھا۔

پھر جیسے کسی شخص کو بولا گیا کہ انگلی کاٹ دی جاوے تو یہ ہے کہ وہ زہر تمام بدن میں اثر کرے دوسرا انگلی کو کاٹ دینا بہتر ہے جیسا اس کا زہر لگا ہے۔ یعنے بہ نسبت کل کے نقصان کے جزو کا نقصان کر دینا بہتر ہے۔ پس خدا نے رسول کو حکم دیا کہ اب یہ قتل وسیع ہوتا جاتا ہے اگر اب تم چپ ہوگے تو ضرور زیادہ پھیلے گی۔ اب اگر کہو کہ عفو کے خلاف ہوگیا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ خلاف نہیں ہوا۔ بلکہ اسمیں اور اس کے فہم میں ترقی ہوئی ہے کہ جرات انسانی مقدرت سے باہر تھی وہ بھی سمجھ میں آگئی۔ اسمیں بھی رحمت تو اسیطرح موجود ہے۔ غور کرو۔

پس منافقوں کو اذن دینا عمدہ بات تھی کہ آخر کبھی سمجھ جاوینگے مگر خدا فرماتا ہے کہ نہیں پتہ لگ جاتا کہ یہ بڑے شریر ہیں۔ مگر میں مخرج ما کنتم تکتمون بھی ہوں۔ پس یہ دونوں وحیاں کسی صورت میں متعارض نہیں۔ اسیطرح لم تحرم۔ میں دو مذہب ہیں بعض نے کہا کہ آپ نے شہد پیا اور ایک بی بی نے کہا کہ آپ کے مونہہ سے بو آتی ہے لوگ کہتے ہیں کہ اس بی بی نے جھوٹ بولا۔ مگر نہیں ممکن ہے کہ اس کو شہد کی بو بری لگی ہو۔ پس آپ نے عاشروهن کے مطابق کہدیا کہ آئندہ ہم نہ پیئینگے۔ خدا کو علم غیب تھا کہ رسول کے ایک شخصی فائدہ کے لئے تو تم کو نقصان پہونچتا ہے تم صرف ایک عورت کی رضامندی چاہتے ہو یہ خبر نہیں کہ تمام قوم اس کو حرام کر بیٹھیگی۔ آپ نے اس کو کیوں ترک کیا۔

پھر قسم توڑ کیا ایک بی بی حاضر وہیں میں آگر۔

دوسری اور حقیقی توجیہ یہ ہے کہ آپ نے کسی بات پر ناراض ہو کر بی بیوں کو ایلا کر لیا کیونکہ الٰہی حکم ہے۔ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِى الْمَضَاجِعِ۔ تو آپ نے مقابلہ اس کے عورتوں سے کہ ایک مہینہ علیحدگی فرمائی اسمیں وعظ تھا کہ اس سے ان کی ایمانی ترقی نیک ہوگی۔ اور کبھی تمہارے خلاف نہیں کرینگی۔ خدا نے کہا کہ تیرے گھر میں نہ جانے میں ان صدہا باتوں کی سمجھ نہ آوے گی۔ اگر تم نے قسم کہائی ہے تو۔ لقد فرض اللہ تحلة ایمانکم۔ پھر ان وحیوں میں تفاوت ہوا کیونکہ اور وہ وحی وسیع ہو جاتی ہے اور اسمیں ملہم بھی ہیں کہ شیاطین والی وحی نہیں ہوتی۔

تاریخ الخواتم ونقوشها

مُہریں اور ان کی تاریخ

گذشتہ اشاعت سے آگے

سراج الامۃ استاذ الائمہ مجتہد اقدم امام اعظم سیدنا ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ سنہ ۱۵۰ھ
قل الخير والا فاسكت یعنی اچھی بات کہو ورنہ چپ رہو

سیدنا امام ابو عبداللہ مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حسبي الله ونعم الوكيل مجھے خدا بس کرتا ہے وہ اچھا کام بنانیوالا ہے۔

سیدنا امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم رضی اللہ عنہ سنہ ۱۸۲ھ **من عمل برأيه فقد ندم** جس نے اپنی سمجھ سے کام نکالا وہ بیشک شرمندہ ہوا

سیدنا امام محمد بن حسن شیبانی رضی اللہ عنہ ۱۸۹ھ
من صبر ظفر جس نے صبر کیا کامیاب ہوا۔

سیدنا امام ابو عبداللہ محمد بن ادریس الشافعی المطلبی سنہ ۲۰۴ھ **الراحة في القناعة** تھوڑی چیز پر خوش رہنے میں آرام ہے

معاویہ بن ابی سفیان خلیفہ اول بنی امیہ دمشق سنہ ۶۰ھ
رب اغفر لي اے پروردگار مجھے بخش دے

ابن معاویہ خلیفہ دوم سنہ ۶۴ھ
ربنا الله ہمارا پروردگار خدا ہے

معاویہ ثانی خلیفہ سوم سنہ ۶۴ھ
الدنیا مغرور دنیا گھمنڈ رکھتی ہے۔

مروان بن الحکم خلیفہ چہارم سنہ ۶۵ھ
[illegible] وثقتی باللہ میری تمنا اور بھروسا خاص خدا کے ساتھ ہے

عبد الملک بن مروان خلیفہ پنجم سنہ ۸۶ھ
آمنت باللہ مخلصاً میں نے سچے جی سے خدا کو مان لیا

ولید بن عبدالملک خلیفہ ششم سنہ ۹۶ھ
ربی اللہ لا اشرك احداً
میرا پروردگار خدا ہے کسی کو اس کا ساجھی نہیں کرتا

ابی بکر رض (نعم القادر اللہ) یعنی خدا تعالیٰ اچھا قادر ہے

عمر رض (کفی بالموت واعظا یا عمر)
یعنے اے عمر موت کی وعظ کافی ہے۔

عثمان رض (لتصبرن او لتندمن)
یعنے گناہ سے باز رہو ورنہ ندامت کیلئے تیار رہو۔

علی کرم اللہ (الملک للہ) یعنے بادشاہی اللہ کو سزاوار ہے

الولید بن عبدالملک (یا ولید انک میت و محاسب) یعنے اے ولید تو مرنیوالا ہے اور تیرا احتساب کیا جاویگا

سلیمان بن عبدالملک (آمنت باللہ مخلصا)
یعنے میں سچے دل سے خدا تعالیٰ کو مانتا ہوں۔

عمر ابن عبدالعزیز (الوفا عزیز)
یعنی وفاداری اچھی ہے۔

یزید بن عبدالملک (فنی الشباب یا یزید)
یعنے اے یزید جوانی چلی گئی۔

الولید بن یزید (یا یزید احذر الموت)
یعنے اے یزید موت سے ڈر

یزید بن الولید (یا یزید قم بالحق)
یعنے اے یزید سچائی پر قائم رہ۔

ابراہیم بن الولید (توکلت علی الحی القیوم)
یعنے زندہ قائم رہنے والے پر بھروسہ کیا ہے

مروان بن محمد (اذکر الموت یا غافل)
یعنے اے غافل موت کو یاد رکھ۔

ابو العباس السفاح (اللہ ثقة عبد اللہ)
یعنے بندہ کا بھروسہ خدا تعالیٰ پر ہے

المنصور (عبد اللہ وبه یؤمن)
یعنے منصور خدا تعالیٰ کا بندہ ہے اور اسکو مانتا ہے

المہدی (العزة للہ)
غلبہ اور قوت خدا تعالیٰ ہی کو ہے۔

الہادی (باللہ اثق)
میں خدا تعالیٰ پر بھروسہ رکھتا ہوں

ہارون الرشید (کن من اللہ علی حذر)
یعنے خدا تعالیٰ سے ڈرتا رہ

الامین (حسبی اللہ)
یعنے میرے لئے خدا تعالیٰ کافی ہے۔

المامون (عبد اللہ یؤمن باللہ مخلصا) یعنے مامون عبداللہ خدا تعالیٰ کو مانتا ہے

المعتصم (الحمد للہ الذی لیس کمثله شیئ) یعنے سب تعریفیں خدا تعالیٰ کو ہیں جس کا مثل کوئی نہیں

الواثق (اللہ ثقة الواثق)
یعنے واثق کا بھروسہ خدا تعالیٰ پر ہے

المتوکل (علی اللہ توکلت)
یعنے خدا پر بھروسہ کیا ہے

المستعین (استعنت باللہ)
یعنے خدا تعالیٰ سے امداد چاہتا ہوں

المعتز . . . .
المنتصر . . . .
المهتدی (هدانی الله)
یعنے خدا تعالیٰ نے مجھے راہنمائی کی ہے
المعتمد (اعتمادی علی الله وهو حسبی)
یعنے میرا بھروسہ خدا پر ہے اور وہی کافی ہے
المعتضد (احمد یومن بالله الواحد)
احمد ایک خدا تعالیٰ کو مانتا ہے
المکتفی (المکتفی بالله)
خدا تعالیٰ کو کافی جاننے والا
المقتدر (العظمة لله)
بزرگی خدا تعالیٰ کو ہی سزاوار ہے
القاهر (القاهر بالله)
خدا تعالیٰ کی مدد سے میں غالب آؤنگا
الراضی (الراضی)
یعنے خدا تعالیٰ کی رضا پر خوش ہوں
المتقی (ابراهیم بن المقتدر بالله یثق)
ابراہیم بن مقتدر کا بھروسہ خدا تعالیٰ پر ہے
المستکفی (المستکفی بالله امیر المومنین)
المطیع (المطیع لله)
یعنے میں خدا تعالیٰ کا فرمانبردار ہوں
الطائع (الطائع بالله)
خدا تعالیٰ کے احکام کا فرمانبردار
القادر (القادر)
خداوند تعالےٰ قادر ہے
القائم بامر (العزة لله وحده)
یعنے غلبہ کے سزاوار اکیلا خدا ہے
المقتدی (من توکل علیه کفاه)
جس نے خدا پر بھروسہ کیا اسکو وہی کافی ہے
والمستظهر (نثق بالله وحده)
اکیلے ہی خداوند تعالیٰ پر میرا بھروسہ ہے
والمسترشد (من توکل علیه کفاه)
جو خدا تعالیٰ پر بھروسہ کرے وہ اسکو کافی ہے
والراشد (من امن بالله بادر متقل عن للمال)
والمقتفی لامر الله (کن من الله علی حذر لا تسلم)
والمستنجد بالله (من احب نفسه عمل لها)
المستضیٔ (من فکر فی المال عمل للانتقال)
الناصر لدین الله (رجائی من الله عفوه)
الظاهر بامر (راقب العواقب)
المستنصر بالله (العفو بک اولی)
المستعصم . . . .

معجزات اور خوارق قرآنی
چار قسم پر ہیں

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

تیسرے علم مبدء و معاد و دیگر امور غیبیہ جو عالم الغیب کے کلام کا ایک لازمی خاصہ ہے جس سے دلوں کو تسلی و تشفی ملتی ہے اور غیب والی خدا کے قادر مطلق کی مشہودی طور پر ثابت و متحقق ہوتی ہے یہ علم اس تفصیل اور کثرت سے قرآن شریف میں پایا جاتا ہے کہ دنیا میں کوئی دوسری کتاب اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی پھر علاوہ اس کے قرآن شریف نے تائید دین میں اور علوم سے بھی اعجازی طور پر خدمت لی ہے اور منطق اور طبعی اور فلسفہ اور ہیئت اور علم نفس اور طبابت اور ہندسہ اور علم بلاغت و فصاحت وغیرہ علوم کے وسائل سے علم دین کا سمجھانا اور ذہن نشین کرنا یا اس کا فہم درجہ بدرجہ آسان کر دینا یا اس پر کوئی برہان قائم کرنا یا اس کے کسی نادان کا اعتراض اٹھانا مدنظر رکھا ہے غرض طفیلی طور پر یہ سب علوم خدمت دین کیلئے بطور خارق عادت قرآن شریف میں اس عجیب طرز سے بھرے ہوئے ہیں جنسے ہر ایک درجہ کا ذہن فائدہ اٹھا سکتا ہے اور اگرچہ دل چونکہ اس عاجز کا اس بات کی طرف دامن دل کھینچ رہا ہے کہ ان سب علوم میں سے دو دو تین تین مسائل علمی جو قرآن شریف میں بطور نمونہ کے طور پر اسجگہ لکھے جائیں اور کچھ براہین عقلیہ بھی جو اس پاک کلام میں اثبات اصول دین کیلئے اندراج پائے ہیں تحریر ہوں لیکن چونکہ یہ سب باتیں طوالت طلب ہیں اور رسالہ ہذا بوجہ قلیل الحجم ہونیکے ان کی برداشت نہیں کر سکتا اور کتاب براہین احمدیہ خود ان سب باتوں کے متکفل ہے اسلئے خوف اطناب سے ترک کر دیا گیا طالبین حق انشاء الله تعالیٰ براہین احمدیہ میں ان سب مقاصد کو پائینگے مگر اسجگہ یہی یاد رکھنا چاہئے کہ اگرچہ یہ علوم کسی طور پر بھی لوگ حاصل کرتے ہیں لیکن ایک اُمی محض جو سخت تاریکی اور جہالت کے زمانہ میں ایک جنگلی ملک میں پیدا ہوا جسنے کسی مکتب میں ایک حرف نہ پڑھا اور فلاسفہ سے کبھی مخالطت نہ ہوئی اور منطق اور طبعی اور ہیئت اور علم نفس وغیرہ کا وہ بھی جہالت کے ملک میں نام بھی نہ سنا اس سے یہ چشمۂ فیض کامل اور صمیم طور پر جوش مارنا ایسا کریمی لطیف اسپر سبقت نہ لیجا سکے یہ بات عقل خارق عادت ہے جو شخص بالکل ان پڑھ ہو کر ایسے جمیل طور پر حقائق ماریہ فلسفہ و طبعی و ہیئت و علم خواص روح و معارف دین بیغیری کے سکتا ہے اور پڑھے لکھے کو بیان کرنے والوں کے معجزہ ہونے میں کسی دانا

اور منصف مزاج کو تامل نہیں ہو سکتا۔

پانچواں وہ معرفت الٰہی کا جو قرآن شریف میں الله جلشانہٗ نے اپنی عنایت خاص سے کیول دیا ہے برکات روحانیہ ہیں جنکو اعجازی تاثیریں کہنا چاہئے یہ بات کسی سمجھدار پر مخفی نہیں ہوگی کہ آنحضرت صلی الله علیہ و آلہ وسلم کا زاد بوم ایک محدود جزیرہ نما ملک ہے جس کو عرب کہتے ہیں جو دوسرے ملکوں سے ہمیشہ بے تعلق رہ کر گویا ایک گوشۂ تنہائی میں پڑا ہے اس ملک کا آنحضرت صلی الله علیہ وسلم کے ظہور سے پہلے بالکل وحشیانہ اور درندوں کیطرح زندگی بسر کرنا اور دین اور ایمان اور حق الله اور حق العباد سے بےخبر محض ہونا اور سینکڑوں برسوں سے بت پرستی و دیگر ناپاک خیالات میں ڈوبے چلے آنا اور عیاشی اور بدمستی اور شراب خوری اور قماربازی وغیرہ فسق کے طریقوں میں انتہائی درجہ تک پہنچ جانا اور چوری اور قزاقی اور خونریزی اور دختر کشی اور یتیموں کا مال کھا جانے اور بیگانہ حقوق دبا لینے کو کچھ گناہ نہ سمجھنا غرض ہر یک طرح کی بری حالت اور ہر یک نوع کا اندھیرا اور ہر قسم کی ظلمت و غفلت عام طور پر تمام عربوں کے دلوں پر چھائی ہوئی ہونا ایک ایسا واقعہ مشہور ہے کہ کوئی متعصب مخالف بھی بشرطیکہ کچھ واقفیت رکھتا ہو اس سے انکار نہیں کر سکتا اور پھر یہ بھی ہر یک منصف پر ظاہر ہے کہ وہی جاہل اور وحشی اور یاوہ اور ناپارسا طبع لوگ اسلام میں داخل ہونے اور قرآن کو قبول کرنے کے بعد کیسے ہو گئے اور کیونکر تاثیرات کلام الٰہی اور صحبت نبی معصوم نے بہت ہی تھوڑے عرصہ میں ان کے دلوں کو یک لخت ایسا مبدل کر دیا کہ وہ جہالت کے بعد معارف دینی سے مالا مال ہو گئے اور محبت دنیا کے بعد الٰہی محبت میں ایسے کھوئے گئے کہ اپنے وطنوں اپنے مالوں اپنے عزیزوں اپنی عزتوں اپنی جانوں کے آراموں کو الله جلشانہٗ کے راضی کرنے کیلئے چھوڑ دیا چنانچہ یہ دونوں سلسلے اُن کی پہلی حالت اور اُس نئی زندگی کے جو بعد اسلام انہیں نصیب ہوئی قرآن شریف میں ایسی صفائی سے درج ہیں کہ ایک صالح اور نیک دل آدمی پڑھنے کے وقت بے اختیار چشم پر آب ہو جاتا ہے پس وہ کیا چیز تھی جو اُن کو اتنی جلدی ایک عالم سے دوسرے عالم کی طرف کھینچ کر لے گئی وہ دو ہی باتیں تھیں ایک یہ کہ وہ نبی معصوم اپنی قوت قدسیہ میں نہایت ہی قوی الاثر تھا ایسا کہ کبھی ہوا اور نہ ہوگا دوسری خدائے قادر مطلق حی قیوم کے پاک کلام کی زبردست اور عجیب تاثیریں تھیں کہ جو ایک گروہ کثیر کو ہزاروں ظلمتوں سے نکال کر نور کی طرف لے آئیں بلاشبہ یہ قرآنی تاثیریں خارق عادت ہیں کیونکہ کوئی دنیا میں بطور نظیر نہیں بتلا سکتا کہ کبھی کسی کتاب نے ایسی تاثیر کی کوئی ثبوت دے سکتا ہے کہ کسی کتاب نے ایسی عجیب تبدیل و اصلاح کی جیسی قرآن شریف نے کی۔ وہ تو خود شہید ہے اور ایک شخص بھی ثابت نہیں ہو سکتا کہ جو کبھی کسی اور زمانہ میں بذریعہ تاثیرات و کمالات باطنی کے بہ نیت تجارت ہوا اور روحانی اور وہ کے پیر دخود انکار کرنے میں کہ صرف زید کے پیار رسی کمال تک پہنچے ہیں۔ پس اگر چار کمال جو نہیں ہے ہو سکتے ہیں قریب ہو کر دیکھنے والوں کو کبھی سفر نہیں نصیب نہیں ہوا کرتا خدا تعالیٰ کا وعدہ شریف آن کریم ولیعے دیوں میں نہ میں

اور اُس کے کامل القدرت ماننے کو ہر یک وجود کا وجود قرار دیں اور اس کے بیان بند نہیں ہیں اگر کوئی شخص اس بات کو نہ مانے تو اسکی گردن پر ہے کہ تاثیرات عظیمہ دینیہ کو ثابت کر کے دکھلا دے اور الزاموں کو اُس کے سر سے اٹھاوے جن سے بےمثلی کی بھی عزت باقی نہیں رہتی ہے کوئی بہرہ جار نہیں کہ ہم سچ کہتے ہیں اور ہم اپنے خدائے قادر مطلق کو گواہ رکھ کر بیان کرتے ہیں کہ جار اور کسی خدا ترس کا دل انصاف اس بات کو ہرگز قبول نہیں کر سکتا کہ جس کامل ذات کے برکت وجود سے ذرہ ذرہ قائم ہے اور جو تمام دنیا کا مالک کہلاتا ہے اسکی بادشاہی صرف دوسروں کے سہارے سے چل آتی ہے نہ اپنی قدرت خاصہ سے اور تمام روحیں اور اجسام یونہی اتفاق اور قسمت سے اس کو مل گئے ہیں نہ آپ پیدا کرنے سے اور اسکی خدائی اتفاقی ہے نہ حقیقی اب وید سے منہ پھیر کر قرآن شریف کی طرف دیکھنا چاہئے کہ کیسی پاک تاثیریں رکھتا ہے بلکہ یوں سمجھو کہ یہ تجربہ ہے کہ قرآن شریف کے اتباع سے برکات الٰہیہ نازل ہوتی ہیں اور ایک عجیب پیوند مولا کریم سے ہو جاتا ہے خدا تعالیٰ کے انوار اور الہام ان کے دلوں پر اترتے ہیں اور معارف اور نکات ان کے مونہہ سے نکلتے ہیں ایک قوی توکل ان کو عطا ہوتی ہے اور ایک محکم یقین انکو دیا جاتا ہے اور ایک لذیذ محبت الٰہی جو لذت وصال سے پرورش یاب ہے ان کے دلوں میں رکھی جاتی ہے اگر ان کے وجودوں کو ہاونِ مصائب میں پیسا جاوے اور سخت شکنجوں میں دیکر نچوڑا جاوے تو ان کا عرق بجز حب الٰہی کے اور کچھ نہیں دنیا ان سے ناواقف اور وہ دنیا سے دور تر و بلند تر ہیں خدا کے معاملات ان سے خارق عادت ہیں انہیں پر ثابت ہوا ہے کہ خدا ہے انہیں پر کھلا ہے کہ ایک ہے جب وہ دعا کرتے ہیں تو وہ انکی سنتا ہے جب وہ پکارتے ہیں تو وہ انہیں جواب دیتا ہے جب وہ پناہ چاہتے ہیں تو وہ انکی طرف دوڑتا ہے وہ باپوں سے زیادہ ان سے پیار کرتا ہے اور انکی در و دیوار پر برکتوں کی بارش برساتا ہے پس وہ اسکی ظاہری و باطنی و روحانی و جسمانی تائیدوں سے شناخت کئے جاتے ہیں اور وہ ہر یک میدان میں انکی مدد کرتا ہے کیونکہ وہ انکا اور وہ اسکا ہے یہ باتیں بلا ثبوت نہیں۔ لیکن ہم اسجگہ یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ کسی دوسرے دین میں یہ برکتیں ہرگز نہیں۔ وید سے اگر آریوں کو دو چار گھڑی ذوق ہے تو وہ صرف گیان اور دور شتام ہی ہے تمام مقدس نبیوں کو قوی کتاب پاک نبیوں کا نام مکار رکھنا دنیا کے ہرگز وہ ان کا مجرد اپنے تئیں بار بار دینے کے رشیوں کا اصلی الوجود کو جھوٹا اور دغاباز اور ٹھگ قرار دینا انہیں لوگوں کا کام ہے کیا ان لوگوں کے مونہہ سے بجز گالیوں اور بدزبانیوں کے کبھی کچھ معارف الٰہی کے نکات بھی نکلے ہیں کیا بجز گندی باتوں اور ناپاک خیالات باطنیہ اور توہین اور تحقیر مقدسین اور بد عادت اور بدکاری ان کو کبھی کوئی دقیق بھید معرفت الٰہی کا بھی انکی زبان سے سنا گیا ہے کبھی ان بزرگوں سے کبھی کوئی منارہ کا نظارہ بھی؟